وَاللّٰہُ یَدْعُوْ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے (یونس ۲۵)

راہِ سلوک سے متعلق تعلیمات اور واقعات کا مجموعہ

اعمالِ سالکین خصائلِ عارفین

تالیف

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی حفظہ اللہ

خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت جلال آبادی) بانی و مہتمم دار العلوم محمدیہ و خانقاہ رحیمی

باہتمام

مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدار قاسمی

ناظم تعلیمات دار العلوم محمدیہ بنگلور کرناٹک

مدینہ بک ڈپو اردو بازار جامع مسجد دہلی 6

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	: اعمالِ سالکین خصائلِ عارفین
تالیف	: حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ﷾
کتابت وتزئین	: مولانا فہیم احمد قاسمی سرسی سیتامڑھی، حبان گرافکس بنگلور
باہتمام	: مولانا محمد عثمان حبان دلدار قاسمی
تعداد	: (۱۱۰۰) گیارہ سو
قیمت	:
ناشر	: جناب محمد حماد مصطفیٰ شیروانی صاحب
	مدینہ بک ڈپو جامع مسجد دہلی

RAHEEMI SHIFA KHANA

#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)
Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	انتساب اور ثواب	13
2	حروفِ دلداری	14
3	توحید سے بالاتر کوئی نہیں	16
4	حضرتِ انسان پر خدا کے انعامات	17
5	پتھر سے پانی ابلنا	18
6	کائنات کی لگام قبضہ قدرت میں	19
7	اسلام کی بنیاد توحید پر	20
8	بدشگونی اسلام کے منافی	21
9	حُسنِ عمل کی حقیقت	22
10	انسان کا معیار قرآن وسنت	22
11	خلاف شرع عمل خیر خواہی نہیں	23
12	عورت کی امامت گمراہی	24
13	تمہارا پروردگار تو غالب اور مہربان ہے	25
14	سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے	26
15	مدد اللہ ہی سے مانگنی چاہئے	27
16	اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت	28

17	توکل یعنی بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر	30
18	دعوتِ دین کیلئے مصائب	33
19	حضرت ابو طالب کو حضور ﷺ کا جواب	34
20	حضور ﷺ کی ثابت قدمی	35
21	دشمن پر لرزہ طاری ہو گیا	35
22	اللہ تعالیٰ کو کیسے راضی کریں؟	36
23	استغفار کی فضیلت	37
24	عصر کی نماز سے قبل استغفار	37
25	اللہ کے ساتھ بے ادبی	38
26	کلمہ طیبہ عطر اور استغفار صابن	38
27	مرحومین کیلئے بھی استغفار کریں	39
28	اللہ کے محبوب بندے	40
29	شرائط استغفار	40
30	اللہ کے ساتھ معاملات درست کریں	40
31	دین کے شعبے اور امت میں بگاڑ	42
32	عقائد اور انقلاب تغیر	42
33	عقائد کا انکار	42
34	عبادات سے امت کی غفلت	43
35	معاملات، معاشرت اور اخلاق	43
36	مسلمانو! ہوش میں آجاؤ	44
37	بدترین حالات کے اسباب	44

38	دو اہم اسباب	45
39	مسلمان جال میں پھنس چکا ہے	47
40	ہمت اور ارادے کا فقدان	48
41	موجودہ حالات سے کیسے نجات پائیں؟	49
42/	تحصیل علم کا دستور العمل	49
43	دینی تعلیم کو کس طرح عام کریں؟	51
44	اصلاح کے طریقے اور تدبیر	52
45	گناہوں کو چھوڑنے کی ہمّت کریں	53
46	اسمِ محمد ﷺ کی تعظیم	55
47	صرف ایک قلم کے لئے	56
48	حضرت جنید بغدادی سلطان العارفین کیسے بنے؟	56
49	اے لوگو، بیٹھ جاؤ	58
50	احساس ایک عظیم دولت	59
51	اللہ ہی ہمارا رب ہے تو فکر کس بات کا	60
52	اسلام کے نزدیک سب برابر ہیں	62
53	علم اور معرفت دو الگ شئے ہیں	63
54	علوم ومعارف کی وحدت میں قائدین کا کردار	64
55	پیر بنانا لازمی نہیں	66
56	قطعہ: از دیوان مولانا جلال الدین رومی	68
57	عارفانہ اقوال حضرت ذوالنون مصریؒ	70
58	تجارب صوفیائے کرام	72

59	شیخ حسام الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	72
60	علامہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ	72
61	دانت کا علاج	73
62	بواسیر کا علاج	73
63	دماغ کا علاج	73
64	آنکھ کا علاج	74
65	بندوں پر انعامات الٰہی	74
66	شکر ادا کرنا	74
67	شہید کے درجات بلند	75
68	شطرنج کھیل اور انسان کا چہرہ	75
69	چالیس کا عدد کیوں خاص؟	75
70	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء	76
71	غزوۂ بدر میں فرشتوں کا نزول	77
72	خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا مقامِ عالی	77
73	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	78
74	درسِ نظامی کی کتابیں	79
75	حرمین شریفین میں قیام اور اجازتِ خلافت	80
76	شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف	81
77	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح میں نیاز	82
78	حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا مراقبہ	82
79	خاص تصنیف حجۃ اللہ البالغہ	83

80	صحابہ کرامؓ تابعین اور ائمہ و مجتہدین کی نظر میں علم کی اہمیت	86
81	علماءکو انسان قرار دیا	84
82	حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کی حیرت انگیز تقریر	89
83	عالم کی مجلس میں حاضری کی فضیلت	90
84	حسن اخلاق بڑی عبادت ہے	91
85	حسنِ اخلاق سے بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے	93
86	بد خلقی یا رذائل اخلاق	94
87	حسنِ اخلاق قرب خداوندی کا ذریعہ بھی ہے	95
88	جب وہ موت کی دہلیز پر تھے	96
89	حضرت بایزید بسطامیؒ	96
90	حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ	96
91	حضرت سفیان ثوریؒ	97
92	حضرت ذوالنون مصریؒ	98
93	حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	99
94	اسلام کے عالی مرتبت غلام مگر مقتدائے عصر	100
95	خواجہ ابوالخیر حماد اقطعؒ	100
96	محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ	100
97	طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ	101
98	حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ	102
99	حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ	104
100	اقوال صوفیائے کرام	106

101	حضرت خواجہ ابو علی جرجانی	107
102	خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ	107
103	خواجہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ	107
104	خواجہ ابو یعقوب نہر جوری رحمۃ اللہ علیہ	107
105	حضرت خواجہ عثمان مغربی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ	108
106	شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ	108
107	شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی	109
108	خواجہ سمنون	109
109	شیخ ابوبکر عبداللہ نساج	109
110	استفساراتِ صوفیائے کرام	110
111	خواجہ سمنون رحمۃ اللہ علیہ	110
112	شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ	111
113	مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ	111
114	خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ	111
115	خواجہ احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ	112
116	احوال صوفیائے کرام	112
117	حضرت داتا شیخ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہوری	112
118	خواجہ ابو عبداللہ حنیف	113
119	خواجہ سمنون	113
120	شیخ ضیاء الدین ابو نجیب	113
121	خواجہ ابو علی دقاق	114

122	حضرت میاں میر قادری رحمۃ اللہ علیہ	114
123	بعض اہل اللہ	114
124	حضرت خواجہ ابوتراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ	115
125	جب نفس کو توڑنے والا میسر آجائے	115
126	سوال وجواب	116
127	فنا فی اللہ کا طریقہ	117
128	بیعت ضروری نہیں کام ضروری ہے	118
129	مشائخ کا فرض منصبی	118
130	مریدین کی ذمہ داری	119
131	مطالعہ مواعظ و کتب قائم مقام شیخ ہیں	119
132	حاصل تدابیر	120
133	شیخ کامل کی علامتیں	120
134	شیخ کے حقوق	121
135	حاصل کلام یہ کہ	122
136	اللہ کے احکام کی پابندی کا نام	122
137	حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	124
138	اقوال زریں حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ	127
139	اسلاف کی شانِ بے نیازی کے واقعات وحالات	130
140	مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ	131
141	حضرت ایوب بن ابی تمیم سختیانی رحمۃ اللہ علیہ	132
142	حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ	132

143	حضرت رجاء بن حیوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ	133
144	حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ	133
145	تواضع کی حقیقت	134
146	حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہٗ کی رفعت شان	134
147	اللہ ساری دنیا کو رزق کس طرح دیتا ہے؟	135
148	حضرت جابر رضی اللہ عنہٗ پیکر جود و سخاوت	136
149	رات کے عبادت گزار، دن کے شہسوار	137
150	پچاس ہزار کا قرض معاف کر دیا	138
151	افضل ترین اعمال	139
152	سب سے بڑا فریضہ	139
153	بہترین اعمال	140
154	ماں باپ سے انس و محبت	140
155	پسندیدہ عمل	140
156	ماں باپ کی طرف دیکھنا	140
157	ماں باپ کی عظمت	141
158	ماں باپ کا احترام	141
159	ماں باپ کی اطاعت	141
160	اطاعت والدین کی اہمیت	142
161	ماں باپ کا قرض ادا کرنا	142
162	ماں باپ کی خوشنودی	142
163	ماں باپ کے ساتھ نیکی کی جزا	142

164	ماں باپ کے ساتھ نیکی کے لئے سفر	142
165	عمر اور روزی میں اضافہ	143
166	ماں باپ کے ساتھ نیکی کے آثار	143
167	پہلے ماں کے ساتھ نیکی کرو	143
168	ماں باپ کے ساتھ نیکی کا بدلہ	144
169	باپ کا حق	144
170	محبت کی نگاہ	144
171	والدین کے ساتھ حسن سلوک	144
172	حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی رحمۃ اللہ علیہ	145
173	حضرت شیخ عبدالقدوس قطب عالم گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ	148
174	خواجہ بہاری قادری	152
175	حضرت شیخ نظام الدین مولیٰ	153
176	ایک پرہیزگار خاتون کا خط پیرومرشد کی خدمت میں	154
177	دو معروف ہمعصر صوفیائے کرام	157
178	شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ	157
179	شیخ شاہ نظام الدین اولیاء اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ	159
180	اولیاء کرام کی خصوصی کیفیات	160
181	نماز میں بے خودی	161
182	مثالی درس وتدریس	161
183	سادات کی پہچان	162
184	شہرت سے نفرت	163

185	درویشانہ جلال	163
186	کیفیت سماع	164
187	نیک نفس قاضی	164
188	برصغیر کے بزرگوں کی تعلیمات کو عام کریں	165
189	نعمت جزدانوں میں	167
190	اللہ تعالیٰ کے نیک اور متقی بندے	170
191	حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کی برکت	170
192	ایک تاجر کی اصلاح	171
193	ابتدائے سلوک میں مجاہدہ	172
194	اللہ پاک جس کو چاہتے ہیں	173
195	سالک چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے	175
196	قطعات موضوعِ زندگی	177
197	شعورِ زندگی	177
198	فریبِ زندگی	177
199	کمالِ زندگی	177
200	مہمانِ زندگی	178
201	کتابِ زندگی	178
202	تنویرِ زندگی	178
203	حقیقتِ زندگی	178
204	شہرِ خموشاں	179

☆☆☆

بحمد اللہ تعالیٰ اعمالِ سالکین خصائل عارفین کا

انتساب اور ثواب

عارف باللہ قطبِ مدار مسیح الامت پیر طریقت والشریعت حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادیؒ خلیفہ ومجاز حضرت مولانا الشاہ محمد اشرف علی تھانویؒ کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں جو میرے دادا پیر اور شیخ زماں ہیں یعنی حاذق الامت حضرت مولانا حکیم زکی الدین احمدؒ پرنامبٹ تامل ناڈو کے رہبر کامل اور پیر طریقت ہیں۔ جن کا فیض روحانی آج بھی پوری آب وتاب سے جاری وساری ہیں۔ جنہوں نے ہندوستان سے ساؤتھ افریقہ تک تبلیغِ دین واشاعتِ اسلام کا فریضہ انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر نور کی بارش تا قیام قیامت نازل فرمائے۔ اور آپ کی جسمانی وروحانی اولادوں کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

میں عالی جناب حماد مصطفیٰ شیروانی صاحب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مدینہ بکڈپو دہلی سے ''اعمالِ سالکین خصائل عارفین'' کو شائع کیا، اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو خواص و عوام کے لئے نافع بنائے اور ہم سب کو فکر آخرت کا حامل بنا کر عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جن اکابر علماء اور مشائخ کا اس میں تذکرہ ہے اللہ ان کے نقشِ عمل کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین یارب العالمین!

خاکروب آستانہ حاذق الامتؒ

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

خانقاہ رحیمی، دارالعلوم محمدیہ بنگلور

مورخہ ۲۵ رمضان المبارک بروز جمعہ ۱۴۳۷ھ مطابق یکم جولائی ۲۰۱۶ء

حروفِ دلداری

نحمدہ و نصل علیٰ رسول الکریم اما بعد!

قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل سے ایک مومن اور مسلمان دنیوی و اُخروی طور پر کامیاب اور کامران ہوسکتا ہے۔ جس طرح کلام اللہ کو سمجھنے کے لئے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت ہے اسی طرح احادیث پاک اور سیرتِ طیبہ کو سمجھنے کے لئے علمائے کرام اور مشائخ عظام کے اقوال اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ان خاصانِ خدا نے آنے والی نسلوں کے لئے ایک عملی زندگی اور نقشِ پا چھوڑے ہیں۔ جن کی روشنی میں سالکین، عابدین اور زاہدین اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کی راہ تلاش کرتے ہیں۔ اور اپنے اعمال کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر پرکھ کر آخرت کی کامیابی کے لئے راہ ہموار کرتے ہیں۔ ''اعمال سالکین خصائل عارفین'' اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کے مطالعہ سے اللہ تعالیٰ کی عظمت، خوف، اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اتباع کا جذبۂ خلوص پیدا ہوتا ہے اور صوفیائے کرام اور عارفین عظام کی زندگیوں کو

آئیڈیل بنا کر قاری اپنے اعمال کو نیک بندوں کے اعمال جیسا بنانے کی سعی کرسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو خوب خوب شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین! ہمارے اور حضرت والد صاحب قبلہ حبیب الامت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی دامت برکاتہم کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور آپ کے جملہ مریدین ومتوسلین کو عملی راہ نصیب فرمائے، آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین!

خاکپائے آستانہ رحیمی
محمد عثمان حبان ولدار قاسمی
خانقاہ رحیمی بنگلور، احاطہ دار العلوم محمدیہ بنگلور کرناٹک
مورخہ ۲۶/رمضان المبارک بروز ہفتہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲/جولائی ۲۰۱۶ء

توحید سے بالاتر کوئی نہیں

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ. (البقرہ ۱۶۳)

اور تمہارا خدا ایک خدا ہے نہیں کوئی معبود سوائے اس کے، بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

کیوں نہ ہوں لب، تر حمد وثنا سے
آنسوں جو چھلک پڑے جمال یار سے

انسان اس چیز کا قائل ہوتا ہے جس کا ادراک وہ اپنے حواس خمسہ اور عقل سے کرتا ہے جس پر جس چیز کی خصوصیت جس قدر آشکارا ہوتی ہے وہ اسی قدر اس کی توصیف وتعریف بھی کرتا ہے۔ مگر ایک صاحب ایمان کیلئے ایک اور ذریعہ جو انہیں ان کمالات سے روشناس کراتا ہے۔ جہاں ذہن انسان کی رسائی ناممکن ہو جاتی ہے جسے ہم قرآن یا کلام الٰہی کے نام سے جانتے ہیں۔ قرآن اللہ رب کائنات کا کلام ہے جو جبرئیل امین کے واسطے سے صادق المصدوق ﷺ پر نازل ہوا۔

اللہ کا کلام عالم انسانیت کو اپنے رب کی عظمت وخصوصیات کا تعارف کراتے ہوئے ان کے احسانات پر شکر گذاری کے لئے ابھارتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ تم

اپنے رب کی عظمت کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ تم اس کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ مزید یہ کہ دنیا کے اشجار اور دنیا کی تری قلم و روشنائی کے فرائض انجام دینے لگیں تو اپنے رب کی خصوصیات ان کے کمالات کو نہیں نقل کر سکتے۔ اور نہ کوئی نفس اس کی انتہا کو پہنچ سکتا ہے۔ انسان خدائی انعامات، خدائی کمالات میں اپنی بساط بھر غور کرے اور اپنی زبان و دل سے اپنے آقا، اپنے خالق، اپنے رازق کی تحمید کرتا رہے۔

تحمید باری وہ کام ہے جو تمام مخلوقات انجام دیتی ہیں۔ تخلیق انسان سے قبل ملائکہ سے باری تعالیٰ نے مشورہ کیا تو فرشتوں نے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ اس کی کیا ضرورت ہے جب کہ ہم ملائکہ آپ کی تحمید و تقدیس بیان کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع سے دروازہ بند کرنے کی ''چوں'' کی آواز آئی تو فرمایا دروازہ اللہ کی تسبیح کر رہا ہے۔ کئی روایتوں میں آتا ہے کہ سمندر کی مچھلیاں اور زمین پر رہنے والے چوپائے بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرتِ انسان پر خدا کے انعامات

حدیث پاک میں آتا ہے کہ انسان کے علاوہ کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جائے تو اس کو موت آجاتی ہے۔ پرندہ اللہ کے ذکر سے غافل ہو جائے تو شکاری کے جال میں پھنس جاتا ہے، چوپائے اگر غفلت کا ارتکاب کرے تو قصاب کے ذریعے یا کسی اور طرح سے اپنی زندگی سے ہاتھ دھو لیتا ہے۔

مگر انسان پر باری تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ وہ خدا کو بھول جائے تو اسکی زندگی کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ مگر کیا یہ افسوس کا مقام نہ ہوگا کہ انسان جسے علم و عقل کی دولت سے نوازہ گیا وہ اپنے خدا کو نہ پہچانے، وہ اپنے خدا کا شکر نہ بجالائے، وہ اس کی تعریف نہ کرے حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کی حمد و ثنا کر رہے تھے اللہ کے ذکر سے آپ کی زبان تر تھی۔ لذّتِ ذکر سے سرشار تھے۔ دل میں خیال آیا کہ کیا خوب کلمات

سے اپنے رب کی حمد وثنا کررہا ہوں وحی نازل ہوئی اے داؤود علیہ السلام تم سے بہتر الفاظ میں میری مخلوق میری حمد کرتی ہے اور اسی وقت ایک مینڈک ظاہر ہوا۔ اس نے ایسے خوبصورت اور دل نشیں الفاظ میں تسبیح بیان کی حضرت داؤد علیہ السلام محو حیرت ہوگئے۔ مینڈک نے کہا سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَ الْعَظْمَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَنَامُ وَ لَایَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوْحِ.

شفیع المذنبین، سید الانبیاء، آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ بخشے، بخشائے تھے۔ اللہ کے محبوب محمود تھے، مگر دل اللہ کی یاد سے ایک لمحے کیلئے بھی غافل نہیں ہوتا تھا۔ مسجد نبوی میں بھی ذکر واذکار کے حلقے لگتے تھے۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار جگہوں اور موقعوں پر ذکر کی اہمیت بیان فرمائی۔ بخاری شریف کی آخری حدیث بھی فضیلت تسبیح پر مبنی ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی امت کا ایک بڑا طبقہ اس کی اہمیت کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ اور کیوں نہ ہو کیا یہ ناانصافی نہیں کہ دنیاوی محسن کی تعریف کے تو پل باندھے جائیں مگر منعم حقیقی کے انعامات کا تصور کرکے اس کی تسبیح نہ کی جائے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نعمت کا شکر یہ ہے کہ نعمت کو نہ دیکھے بلکہ نعمت دینے والے کو دیکھے اگر اس احساس نے جنم لیا تو دنیا کی نعمتوں کا کثرت سے استعمال کرنے والا منعم باری تعالیٰ کا کثرت سے حمد وثنا کرنے والا ہوگا۔

پتھر سے پانی ابلنا

مستند واقعہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جنگل سے گذر ہوا وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا پتھر ہے لیکن اس میں سے پانی بہت تیزی کیساتھ ابل رہا ہے۔ ان کو بڑا تعجب ہوا کہ پتھر تو اتنا چھوٹا سا ہے مگر پانی اتنی بڑی مقدار کے ساتھ

ابل رہا ہے۔ بزرگ محو حیرت میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے پتھر کو زبان عطا فرمائی۔ اور بولنے کی صلاحیت دی۔ پتھر نے کہا کیا تم کو نہیں معلوم کہ دوزخ انسانوں سے بھرنے کے بعد مزید خوراک کی گذارش کرے گی تو اللہ رب العزت اسے پتھروں سے بھر دیں گے جب سے میں نے یہ سنا ہے تب سے رو رہا ہوں۔ اور جس قدر خوف خداوندی بڑھتا ہے اس قدر پانی گرمی سے ابلتا ہے۔

قابل تعریف ہیں عرب کے لوگ جو الگ الگ موقعوں پر ایک کلمات جیسے الحمدللہ، ماشاءاللہ، جزاک اللہ، معاذ اللہ اچھے الفاظ میں استعمال کرتے رہتے ہیں۔

توحید کا لفظ ''وح د'' کے مادہ سے نکلا ہے معنی ہے کسی شئی کا ایکتا اور اکیلا ہونا۔ اصطلاح میں رب کائنات کے تنہا و اکیلا ہونے کا تصور رکھنا ہے۔ کائنات کی تشکیل و تزئین میں رب ذوالجلال یگانہ ہے۔ نہ کوئی اس کا مثل اور ہم سر ہے یہی وہ بنیادی تعلیم ہے جس کی دعوت سرور کائنات ﷺ نے دی اور اس اعلیٰ پیغام کے ساتھ اپنی دعوت کی شروعات کی۔

یوں تو اس دنیائے آب و گل میں بے شمار شخصیات نے جنم لیا اور بنی نوع انسان کی رہنمائی کے فرائض ادا کیے۔ وہ رہنما و قائد جن کے ساتھ آفاق پیغام تھا، روحانی قوت تھی ہم انہیں انبیاء و رسل کے نام سے جانتے ہیں مگر ان کے علاوہ وہ رہنما و قائدین جن کے پاس کوئی آسمانی نظام وابستہ نہیں تھا انہوں نے بھی بھولی، بسری اور بھٹکتی انسانیت کو راہ دکھانے کی ٹھانی مگر بقول دانشور ''گم کردہ راہ کے بود راہنما'' جو خود بھٹکا ہوا ہے وہ کب کسی کی رہنمائی کر سکتا ہے۔

کائنات کی لگام قبضہ ٔ قدرت میں

کائنات کی لگام مالک ارض و سموات کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے کوئی چیز اس کے قبضے سے باہر نہیں۔ جب انسان وحدانیت کے اس عظیم

فلسفے کو سمجھ لیتا ہے تو پھر وہ مادی اعتبار سے نفع ونقصان تلاش تو کرتا ہے مگر سبب حقیقی اللہ تعالیٰ کو گردانتا ہے جیسے آگ میں جلانے کی صفت ہے مگر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے واقعے میں آگ نہیں جلاسکی۔ گجرات فساد کے موقع پر ایک رپورٹ آئی کہ جب بلوائیوں نے آگ لگائی تو سارا گھر مع ساز وسامان کے جل گیا مگر قرآن کا نسخہ بالکل محفوظ رہا۔ اسی طرح حلقوم اسماعیل علیہ السلام پر جب چھری چلی تو کند ہوگئی، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا گلا نہیں کٹا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو سمندر کی مچھلی نے نگل لیا مگر صحیح وسلامت مچھلی کے پیٹ سے نکل آئے۔

یہ تمام واقعات عظمت توحید کی کھلی دلیل ہیں۔ جس نے وحدانیت کو پالیا اس نے نعمت عظمیٰ کو پالیا اور جس نے عقل وہوش صحت وتندرستی کے باوجود وحدانیت سے محروم رہا وہ اصل نعمت سے محروم رہا۔

اسلام کی بنیاد توحید پر

توحید بہت بڑی چیز ہے ایمان واعتقاد کے اعتبار سے توحید سے بالاتر کوئی چیز نہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا اسّی سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوئے پوچھا گیا کیا لائے ہو؟ عرض کیا توحید لایا ہوں۔ اپنی پوری زندگی میں تیرے علاوہ کسی کو قادر نہیں مانا اور نفع نقصان پہونچانے والا صرف آپ کی ذات کو سمجھا۔ اللہ نے فرمایا غلط کہتے ہو۔ تم نے فلاں رات دودھ پیا اور جب پیٹ میں درد ہوا تو یہ کہا کہ دودھ کی وجہ سے درد ہوا ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو احساس ہوا ندامت کے ساتھ معافی مانگی۔ اللہ نے فرمایا میں نے اپنی رحمت سے تمہاری مغفرت کی۔

توحید اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند ہے کہ اسلام کی بنیاد اس نقطہ پر رکھی گئی اگر کوئی اس نقطے کا قائل نہ ہو تو اس کے کسی بھی نیک عمل کا اعتبار نہیں۔ وحدانیت پر یقین نہ رکھنے والا اگر بقیہ تمام ارکان اسلام کو ادا کرے تو اس کے یہ ارکان قابل قبول نہیں۔

توحید بہت اہم نعمت بہت اہم مطالبہ اور بہت اہم نظریہ ہے اپنے عمل اور ارادے کی چھوٹی سی لغزش بھی توحید کی عمارت میں شگاف لگا دیتی ہے۔اس لئے کہ یہ اعتقاد کی بنیاد ہے۔جیسے صفر کے ماہ کو لوگ خالی مہینہ سے یاد کرتے ہیں۔آخر کیوں؟ کیا اس ماہ میں ہمیں کھانا، پانی نہیں ملتا۔کیا اس مہینہ کو اللہ تعالیٰ نے ہوا، پانی کو روک لیا ہے۔ ہمارے لئے مہینوں ،دنوں اور سالوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کرنے والی ذات ، دینے والی ذات اس قدر مطلق کی ہے ہمارے لئے جیسے رمضان کا مہینہ شوال المکرّم کا مہینہ مبارک ٹھیک اس طرح صفر کا مہینہ بھی مبارک اس کی دلیل کے لئے اتنا کافی ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے اس ماہ کو صفر المظفر فرمایا۔

بدشگونی اسلام کے منافی

انسان کے لئے سارے مہینے سارے ہفتے اور سارے دن یکساں ہیں وہ چاہے تو اپنے عمل سے ان تمام دنوں کو اپنے لئے بہتر بنالے اور چاہے تو اپنی بدعملی سے وبال جان بنالے۔ بدشگونی لینا جہالت اور کم عقل کی بات ہے۔ ایک موقع پر حضور ﷺ نے صحابہ کی ایک جماعت کو کسی کام کے لئے مدینے سے باہر بھیجا جب یہ جماعت باہر نکلی تو دیکھا کہ کچھ لوگ خالی مشک لے کر آرہے ہیں جماعت صحابہ نے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ بدفالی کی وجہ سے واپس ہوئے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے یہ فال کیوں نہ لیا کہ ہم خالی جارہے ہیں اسلئے خالی مشک دیکھا انشاء اللہ جب واپس لوٹیں گے تو اپنے مقصد میں کامیاب اور بھرے ہوئے ہوں گے۔

اسی طرح روزگار سے خالی دن بدترین دن سمجھا جاتا ہے یہ نہیں سمجھتے کہ اچھا برا کرنے والی ذات خدا کی ذات ہے۔یہ نہیں سمجھتے کہ وہ ساتھ تو سب کچھ ساتھ وہ ناراض تو سب ناراض۔

حُسنِ عمل کی حقیقت

نصیحت کی جگہ حسن عمل درکار ہے ناصح
یہ بہتر ہے کہ لفظوں کے بجائے زندگی بولے

شاعر نے بڑی گہری بات کہتے ہوئے ایک گراں قدر حقیقت کی نشاندہی کی ہے اور وہ ہے حسن عمل۔ اللہ رب العزت نے ہر چیز کا ایک معیار اور مقام رکھا ہے۔ مادی اور دنیاوی اعتبار سے انسان اس چیز کو پسند کرتا ہے جو اپنا معیار اور مقام بلند رکھتی ہے۔ آدمی اسی مکان کو پسند کرتا ہے جو عالیشان اور سہولت سے بھرا ہو۔ کھانا وہی پسند کرتا جو عمدہ اور ذائقے دار ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے یہاں انسان کا معیار اس کی ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اس کے عمل کے اعتبار سے ہے۔ انسان کا عمل معیار جتنا بلند ہوگا اللہ کے نزدیک وہ انسان اتنا ہی مقرب ہوگا اور انسان کا عمل جتنا اچھا ہوگا اللہ کی بارگاہ میں اس کی اتنی ہی زیادہ عزت ہوگی۔

انسان کا معیار قرآن وسنت

امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ انسان کا معیار قرآن وسنت ہے۔ کسی انسان کے اخلاق بہت بلند ہیں تو اس کے اخلاق کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر پرکھیں گے کہ کیا اس کا عمل قرآن وسنت کے مطابق ہے یا نہیں؟ اگر کوئی بادشاہ ہے اور اس کا نظام حکومت قرآن وسنت کے مطابق ہے تو وہ اپنے معیار میں بلند ہے اور اگر قرآن وسنت کے مطابق نہیں ہے تو وہ عنداللہ مقبول نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا اچھا عمل ہی اللہ کو پسند ہے۔ قرآن میں احسن عملاً لفظ آیا اکثر عملاً کا لفظ نہیں آیا۔ یہ نہیں کہا کہ تمہارا اکثرت سے عمل کرنا پسند ہے۔

معیاری عمل وہی ہے جو قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کی جائے۔ جس عمل میں رسول ﷺ کی اتباع ہو وہی عمل مقبول ہے ورنہ دیگر تمام اعمال مردود ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ میں پانچ وقت کے بجائے سات وقت نماز پڑھوں گا فجر کی دو رکعت فرض کے بجائے چار رکعت فرض پڑھوں گا یہ حسن عمل نہیں ہے یہ معیارِ عمل نہیں ہے۔ معیارِ عمل تو قرآن وسنت سے پوری پوری مطابقت رکھتا ہے۔

خلاف شرع عمل خیر خواہی نہیں

رمضان کے موقعوں سے بعض حضرات نوکروں کی مدد کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کی رقم سے ان کی تنخواہ دیتے ہیں یا زکوٰۃ کی رقم سے اپنے ایسے رشتے داروں کا تعاون کرتے ہیں جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے تو ایسے رقومات سے احسان وخیر خواہی کا معاملہ کرنا اس کے عمل کو نیکی نہیں بنا سکتا۔ اس کا عمل ایسا ہے جیسے دس لیٹر کے دودھ کے ساتھ ایک قطرہ زہر کی آمیزش کر دی گئی ہو اور اس اعلان کے ساتھ فروخت کیا جا رہا ہوں کہ دس لیٹر دودھ بہت کم قیمت میں دستیاب ہے مگر اس میں صرف زہر کی آمیزش ہے تو کوئی بھی اس دودھ کا خریدار نہیں ہوگا۔ ٹھیک اسی طرح انسان کا کثیر عمل جو خلافِ شرع ہو مقبول نہیں ہو سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ عید کی نماز کے لئے تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک شخص عید گاہ میں نماز پڑھ رہا ہے۔ جب اس نے نماز مکمل کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کیا کر رہے تھے انہوں نے جواب دیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نماز پڑھنے سے آدمی مقبول ہوتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں مگر جو نماز تم نے ادا کی وہ عند اللہ مقبول نہیں۔ اس لئے کہ آقا ﷺ نے عید کی نماز سے قبل کوئی نماز عید گاہ میں ادا کرنے کو منع فرمایا ہے۔ تیرا دو رکعت نماز اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ اپنے نفس کے لئے تھا۔

کامیابی قانون الٰہی کے مطابق زندگی گذارنے میں ہے اس کے خلاف کرنا گمراہی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں دنیا سے جارہاہوں تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑے جارہاہوں ایک کلام اللہ دوسری سنت رسول اللہ ﷺ اگران دونوں کو پکڑے رہوگے تو تم گمراہ نہیں ہوگے۔

حضور ﷺ نے قیامت تک آنے والے سارے مسائل کا حل قرآن وسنت کی شکل چھوڑ دیا ہے۔

عورت کی امامت گمراہی

چند سال قبل آمنہ ودود نامی ایک عورت نے امریکہ میں نماز پڑھائی۔ وہ نماز چرچ میں ہوئی کم وبیش سولوگوں نے جن میں مرد وخواتین دونوں ہی تھے۔ اس آمنہ نامی عورت کے پیچھے اقتداء کی۔ یہ تمام کارروائی چرچ کے اندر ہوئی میڈیا کے ذریعے کافی تشہیر کی گئی اور یہ پیغام دیا گیا کہ عورت کو حق مساوات دیا گیا۔ مگر کیا یہ حق عورت کو ملنا چاہئے تھا؟ نہیں بالکل نہیں۔ مساوات کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ عورت ہروہ کام کرے جو مرد کرتے ہیں تو کیا مرد کے لئے ہروہ کام کرنا ممکن ہوسکے گا جو ایک عورت انجام دیتی ہے؟ مساوات کا مطلب ہے کہ دونوں صنف کو برابر عزت ووقار دیتے ہوئے ان کی فطری صلاحیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ذمے داریاں عائد کرنا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ سے بڑھ کر انصاف کون کرسکتا ہے۔ آپ سے بڑھ کر عورتوں کو ان کے حقوق کون دے سکتا ہے۔ مگر اس کے باوجود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی عالم وفاضلہ شریک حیات نے امامت کے فرائض انجام نہ دیئے۔ آپ ﷺ نے نہ ان کو امام مقرر کیا نہ ایسا کوئی اشارہ دیا۔ امریکہ کی عورت امامت کرے یہ کھلی گمراہی ہے۔ یہ عمل سنت رسول کے خلاف ہے یہ ایک عمل تو ہے مگر حسن سے خالی ہے جس کی وجہ سے کھلی گمراہی کے زمرے میں آجاتا ہے۔ عورت

کوتو اللہ نے اپنے دائرے میں کام کرنے پر ہی مردوں جیسا اجر وثواب کا فیصلہ فرمایا۔ثواب واجرتو اخلاص اور عمل میں حضور ﷺ کی نسبت پر ملتا ہے۔

تمہارا پروردگار تو غالب اور مہربان ہے

سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ وہ پاک ہے اور وہ بہت برتر و بالا ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ (سورہ بنی اسرائیل ۴۳)

ہمارا اللہ ہمارا رب ہے، اسی نے ہمارے لئے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے، وہی ہمارا مالک ہے۔ اسی پروردگار نے یہ بزم عالم سجائی اور سنواری اور پھر اس پر آباد ہونے اور رہنے بسنے کے لئے آسمان کو تخلیق فرمایا۔ پھر رب العالمین نے انسان کی سہولت اور آسانی کے لئے اور اس کی زندگی کی بقا اور سلامتی کے لئے اس کرۂ ارض پر ہر نعمت پیدا فرمائی۔ اس کے ساتھ ہمارے پالنے والے نے اپنے پیدا کردہ انسان کو یہاں زندگی گزارنے کے تمام سلیقے بھی سکھائے اور اسے تمام آداب زندگی کی تعلیم بھی دی۔ اس کے ساتھ اس نے یہ بھی بتایا کہ اسے دنیا میں زندگی گزارتے وقت کن کن امور سے اجتناب برتنا ہے، کون کون سے کام نہیں کرنے ہیں اور کون کون سے کام کرنے ہیں، تاکہ وہ اپنے پروردگار کا فرماں بردار بن سکے۔ غرض انسان کو پیدا کرنے اور پالنے والے نے اسے دنیاوی زندگی بسر کرنے کے لئے پوری ہدایت اور کامل راہنمائی بھی فراہم کردی۔ یہ بھی بتادیا کہ کون سا کام کرنا ثواب ہے اور کون سا کام کرنا گناہ ہے اور اسے کسی صورت بھی نہیں کرنا ہے۔ یہ بھی بتادیا کہ اگر اس نے اپنے رب کے منع کئے گئے کام کئے تو وہ اللہ کا باغی اور نافرمان کہلائے گا جس کی دنیا میں سزا ملے گی اور آخرت میں بھی۔ گویا اس دنیا میں رہنے والے انسانوں کو رب العالمین نے ہی ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا۔ اور انسان کی بھلائی کیلئے اپنی فرماں برداری کا حکم دیا اور یہ ہدایت کی کہ اسی ایک اللہ

کی عبادت کی جائے اور اس کے سوا کسی اور کو معبود تسلیم نہ کیا جائے، صرف اس ایک حکم کی تعمیل کے عوض اسے انعامات سے نوازنے کی خوشخبری بھی سنادی۔

سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے

قرآن حکیم فرقان مجید میں ارشاد ہوتا ہے: فَاسْجُدُوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوا ''تم اللہ کے آگے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو''۔ (سورہ النجم، آیت ۶۲)

اس آیۂ مبارکہ میں بالکل واضح طور پر اعلان کیا جارہا ہے کہ انسان کو کس کے آگے سجدہ کرنا چاہئے کس کے آگے جھکنا چاہئے، کس سے فریاد کرنی چاہئے اور اپنی ضروریات کس کے سامنے دست طلب دراز کرنا چاہئے۔ وہ صرف ایک، اکیلا اور واحد اللہ ہے، وہی عبادت کے لائق ہے۔ وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے اور ان پر اتنا مہربان ہے کہ انہیں اس نے زندگی بھی دی اور اسے برقرار رکھنے کا سامان بھی پیدا کیا۔ وہ صرف ایک ہی مطالبہ کررہا ہے کہ اسے ایک اور واحد رب مان کر اس کی عبادت کی جائے۔ یہ بات قرآن پاک میں بیان ہورہی ہے، کہ: تم اللہ کے آگے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو''۔ اس آیت میں دو واضح ہدایات دی گئی ہیں: پہلی یہ کہ صرف اللہ کے آگے سجدہ کرو، اس کے سوا کسی اور کے آگے نہ جھکو، کیوں کہ سجدہ کے لائق ذات صرف پروردگار عالم کی ہے۔ کوئی اور ذات اس لائق نہیں کہ اس کے سامنے جھکا جائے اور اسے اپنا رب تسلیم کیا جائے۔ پھر دوسری ہدایت یہ دی جارہی ہے کہ اسی ایک اللہ کی عبادت کی جائے، یعنی اللہ کے سوا کسی اور کو نہ تو اپنا معبود بناؤ اور نہ اس کے علاوہ کسی اور سے فریاد کرو، کیوں کہ تمہارا خالق و مالک وہی اللہ ہے اور دنیا میں اپنی زندگی گزارنے کے بعد اسی کے سامنے حاضر ہونا ہے اور دنیا میں کئے گئے اپنے ہر عمل کا جواب بھی دینا ہے۔ اس کی نافرمانی کی تو پھر اس کی پکڑ سے کوئی نہیں بچ سکے گا۔

بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال ہے کہ مرنے کے بعد تو ہم خاک میں مل جائیں گے، ہمارا جسم اور ہڈیاں مٹی ہوجائیں گی ، اس کے بعد ہم کیسے زندہ ہوں گے اور ہم سے کون جواب طلب کرسکے گا۔مگر یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ رب العزت کی ذات کتنی عظیم ہے۔وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔اسے کوئی نہیں روک سکتا۔وہ اپنی مرضی اور حکم سے کسی کو زندہ کرسکتا ہے تو اپنی مرضی اور حکم سے کسی کو مار بھی سکتا ہے۔اس کی اتھارٹی کو کون چیلنج کرسکتا ہے؟ کس کی مجال ہے کہ اس کے سامنے کچھ بول سکے۔وہ اپنے اختیارات اور اپنے اداروں میں اکیلا اور تنہا ہے۔وہ جو چاہے جب چاہے کرسکتا ہے۔اس حقیقت کو قرآن پاک میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ارشاد ہوتا ہے:وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ’’اور تمہارا پروردگار تو غالب اور مہربان ہے‘‘۔(سورہ الشعراء:۱۹۱)

اس آیتِ مبارکہ پر غور فرمائیں تو اس میں اللہ رب العزت کی دو صفات عالیہ کا عمومی ذکر ہورہا ہے۔پہلی یہ کہ وہ رب العالمین سب پر غالب ہے یعنی اس کے آگے کوئی دوسری ہستی کوئی حیثیت نہیں رکھتی ، دوسرے یہ کہ وہ سب سے بڑا اور سب سے عظیم ہے۔

مدد اللہ ہی سے مانگنی چاہیئے

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ. یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو(اس سے) ڈرتے ہیں اور جو نیک اعمال میں سرگرم رہتے ہیں۔(سورۃ النحل ۱۲۸)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر حال میں اور ہر جگہ پر اپنی نعمتوں سے مالا مال فرمایا ہے۔انسان کے بچپن سے لیکر بڑھاپے تک اس کو اپنے اردگرد اللہ کی نعمتیں نظر آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اتنی زیادہ ہیں کہ انسان ان کو شمار کرنے لگے تو وہ شمار نہیں ہوسکتیں،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:’’وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا‘‘

''اگر تم گننا چاہو تو اللہ کی نعمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتے''۔

پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انسان انکار بھی نہیں کر سکتا، ارشاد خداوندی ہے:
''فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ'' ''سوائے جن وانس! تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے! ہمارے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی نعمت ضرور موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا، یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، ہمیں آنکھیں دیں، کان دیئے، ناک دی، ہاتھ پاؤں دیئے، زبان دی، غرضیکہ ہماری زندگی میں ہمیشہ جو کچھ بھی ملا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمت ہے، ہمیں چاہئے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ''. (سورہ ابراھیم ۸)

''اور یاد کرو جب تمہیں مطلع کیا تھا تمہارے رب نے اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اپنی نعمتیں اور زیادہ دوں گا اور اگر تم نے ناسپاسی کی تو یقین جانو کہ میرا عذاب بہت سخت ہے''۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر دانی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگنا بھی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ''اور تمہارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ جب کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کر کے خلوص دل سے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت

''حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں ایک شخص جو کہ انتہائی گناہ گار تھا، وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں سرگرداں رہتا تھا، اس کو اگر کوئی سمجھاتا تو وہ اسے دھتکارتا اور کہتا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں صحیح کر رہا ہوں، ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ

سے ہم کلام ہونے کی سعادت حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ:

فلاں آدمی کے گناہ بہت ہو چکے لہٰذا اس کی بخشش نہیں ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس شخص کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کہ تو کیوں اتنے گناہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے اتنا ناراض ہیں کہ تیرے بارے میں فرمایا کہ اس کی بخشش نہیں ہوگی۔ اس شخص نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! کل تم اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے جاؤ گے تو اپنے رب سے پھر میرے بارے میں پوچھنا، شاید کہ اللہ تعالیٰ کل تک میری مغفرت فرما دے، دوسرے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے گئے اور اس شخص کے بارے میں پوچھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس کی بخشش کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر اس کے پاس آئے اور پوچھا کہ تو نے ایک رات میں کونسی ایسی نیکی کی ہے جس کی بدولت تیری بخشش ہوگئی ہے وہ کہنے لگا اے موسیٰ! میں کل رات کو بیابان جنگل میں گیا، وہاں جا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے دو سوال رکھے اور عرض کیا کہ اے موسیٰ! کے رب! اگر میرے دونوں سوالوں کے جواب تیرے پاس نفی کی صورت میں ہیں تو پھر تو مجھے بخش دے، اگر مثبت میں تو پھر تیری مرضی کہ "غافر الذنوب" ہے"۔

وہ کہنے لگا پہلا سوال میں نے یہ کہا کہ اے موسیٰ کے رب! مجھے معلوم ہے کہ میرے گناہ زمین و آسمان دنیا اور ومافیہا سے زیادہ ہو چکے ہیں لیکن کیا میرے گناہ تیری رحمت سے بڑھ چکے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب نفی کی صورت میں دیا کہ نہیں میری رحمت سے زیادہ تیرے گناہ نہیں ہوئے۔ دوسرا سوال اس نے یہ کیا کہ کیا تیرے در کے سوا کوئی ور در ہے جہاں جا کر میں اپنی مغفرت کرا سکوں؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب بھی نفی کی صورت میں دیا کہ نہیں میرے در کے علاوہ کوئی اور در نہیں

جو تیری مغفرت کر سکے، پھر اس شخص نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! اگر میرے دونوں سوالوں کے جواب تیرے پاس نفی کی صورت میں ہیں تو پھر تو اپنے رحمت سے مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس انوکھے انداز کو پسند فرمایا اور اس کی فریاد کو سن کر اس کی بخشش فرمادی۔

اگر ہم بھی اللہ تعالیٰ کے حضور صدق دل سے مانگیں تو اللہ تعالیٰ ہماری بھی دعا قبول فرمائے گا۔ ہمارے مانگنے میں دیر ہے۔ اس کے دینے میں کسی قسم کی دیر نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح طریقے سے مانگنے کی توفیق فرمائے۔ آمین!

توکل یعنی بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ. جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے وہ کیا ہی بہترین کارساز ہے اور کتنا بہترین مددگار ہے۔ (سورۃ الانفال ۴۰)

''توکل'' کے معنی کسی پر بھروسہ کرنے اور اعتماد کرنے کے ہیں۔ (لغات القرآن)

اپنا کام دوسرے کے سپرد کردینے کو توکل کہتے ہیں اسی سے وکیل ہے۔ (اشرف التفاسیر) ''فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ'' تو اللہ پر بھروسہ کرو، اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کردو اور اس پر اعتماد رکھو۔

● توکل کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اللہ کے سپرد کردی جائے اسی سے درخواست کی جائے کہ کوشش کا نتیجہ اچھا نکلے۔ ● بعض علماء کا قول ہے کہ رزق حاصل کرنے کے لئے اللہ کی نافرمانی نہ کرنا توکل ہے۔ اس قول پر اللہ کی طرف رزق کے معاملے میں رجوع کرنا لازم ہے لیکن گناہ کے معاملہ میں اللہ سے التجاء کا کوئی معنی نہیں۔ ● بعض علماء نے کہا کہ توکل کا معنی یہ ہے کہ اپنی ذات کے لئے اللہ کے سوا کسی کو ناصر اور رزق کا کسی کو خازن اور اعمال کا کسی کو نگراں نہ قرار دیا جائے۔

● ترک اسباب نہیں بلکہ اسباب پر اعتماد نہ کرنا توکل ہے۔ (تفسیر مظہری)

توکل کے معنی ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ پر اعتماد کرنا اور کاموں کو اس کے سپرد کردینا۔ مقصود یہ ہے کہ بندے کا اعتماد تمام کاموں میں اللہ پر ہونا چاہیے۔ (حاشیہ کنزالایمان)

قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں اس وقیع موضوع اور اس سے متعلق الفاظ آئیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور یہ یقین محکم کہ اس کا حکم اٹل ہے، اس کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی اس سنت پر عمل کہ ضروری اسباب کے مہیا کرنے میں بھی پوری جدوجہد کرنے کو توکل کہتے ہیں۔ (ضیاء القرآن بحوالہ قرطبی)

مسلمانوں کی تعداد کی قلت اور اسباب کی کمزوری کے باوجود اللہ نے بدر میں مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائی تھی۔ اور یہ واقعہ موجب توکل تھا۔

● جو لوگ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور اللہ کا محبوب ہونا ہی سب سے اونچا مقصد ہے اس کے علاوہ توکل علی اللہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ مدد فرماتا ہے اور دین و دنیا کی صلاح کا راستہ دکھاتا رہتا ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ "میں اپنے بندہ کے گمان کے پاس ہوں" (یعنی بندہ جیسا مجھ پر اچھا برا گمان کرتا ہے میں ویسا ہی اس کے ساتھ سلوک کرتا ہوں)۔ (مظہری)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں جائیں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جو منتر جنتر نہیں کرتے، فال کیلئے چڑیا نہیں اڑاتے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (متفق علیہ بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما)

● تعجب ہے مرد مسلمان پر کہ اس کے سارے کام خیر ہیں یہ بات کسی کو حاصل نہیں ہوتی سوائے مرد مومن کے کہ اگر اسے راحت پہنچے تو شکر کرے تو اس کیلئے راحت خیر ہو اور اگر تکلیف پہونچے تو صبر کرے تو صبر اس کے لئے بہتر ہو۔

(صحیح مسلم بروایت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ)

● قوی مسلمان کمزور مسلمان سے اچھا ہے اور اللہ کو پیارا ہے، بھلائی سب میں ہے اس پر حرص کرو اس پر جو تمہیں نفع دے اور اللہ سے مدد مانگو عاجز نہ ہو اور اگر تمہیں کچھ تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں وہ کام کر لیتا تو ایسا ہو جاتا، لیکن کہو کہ اللہ نے یہی مقدر کیا تھا جو اس نے چاہا کیا، کیوں کہ اگر مگر شیطان کا کام ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)

● اگر اللہ پر جیسا چاہئے ویسا توکل کرو تو تم کو ایسے رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر لوٹتے ہیں۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

● اے لوگو! نہیں ہے کوئی وہ چیز جو تم کو جنت سے نزدیک اور دوزخ سے دور کرے، مگر میں نے تم کو اس کا حکم دیدیا اور نہیں ہے کوئی وہ چیز جو تمہیں آگ سے نزدیک اور جنت سے دور کر دے، مگر میں نے تمہیں اس سے منع کر دیا۔ روح القدس نے میرے دل میں ڈالا کہ کوئی جان نہ مرے گی حتیٰ کہ اپنا رزق پورا کرے۔ خیال رکھو کہ اللہ سے ڈرو، تلاش رزق میں درمیانی راہ اختیار کرو اور رزق میں دیر لگنا تم کو اس پر نہ اکسائے کہ تم اللہ کی نافرمانی سے رزق ڈھونڈو، کیونکہ اللہ کے پاس کی چیزیں اس کی فرماں برداری سے ہی حاصل کی جاسکتی ہیں۔

(شرح سنہ بیہقی شعب الایمان بروایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

● دنیا میں زہد و تقویٰ نہ تو حلال کو حرام کر لینے سے ہے اور نہ مال برباد کرنے سے اور جب تو مصیبت میں گرفتار ہو تو مصیبت کے ثواب میں زیادہ راغب ہو، اگر وہ تجھ پر باقی رکھی جاوے۔ (ترمذی، ابن ماجہ بروایت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ)

● حقوق الٰہی کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، تو اسے اپنے سامنے پائے گا اور جب مانگو تو اللہ سے مانگو، جب مدد مانگو تو اللہ سے مانگو اور یقین رکھو کہ اگر پوری امت اس پر متفق ہو جائے کہ تم کو نفع پہنچائے تو وہ تم کو کچھ نفع نہیں

پہنچا سکتی، مگر اس چیز کا جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی اور اگر اس پر متفق ہو جائیں کہ تمہیں کچھ نقصان پہنچائیں تو ہر گز نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اس چیز سے جو اللہ نے لکھی قلم اٹھ چکے دفتر خشک ہو چکے۔ (احمد و ترمذی بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما)

● انسان کی نیک بختی ہے اس کا اللہ کے فیصلہ سے راضی ہونا اور انسان کی بدبختی اس کا اللہ سے خیر مانگنا چھوڑ دینا ہے انسان کی بدبختی یہ ہے کہ اس کا اپنے متعلق اللہ کے فیصلہ سے ناراض ہونا ہے۔ (احمد و ترمذی بروایت حضرت سعد رضی اللہ عنہ)

● جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے لئے چھٹکارا بنا دیگا اور بے گمان جگہ سے اسے روزی دے گا۔ (احمد، ابن ماجہ، دارمی بروایت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ)

● روزی بندے کو ایسے ہی ڈھونڈتی ہے جیسے اسے اسکی موت ڈھونڈتی ہے۔
(ابونعیم حلیہ بروایت حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ)

رسول اللہ ﷺ کی حیات مقدس، سیرت طیبہ، معمولات مطہرہ، سیرت مبارکہ اور تعلیمات وارشادات میں ہر پہلو اللہ تعالیٰ کی ذات یکتا و بے نیاز پر مکمل بھروسہ اور کامل توکل کے انوار صبح قیامت تک تمام طالبان سعادت، فرماں برداروں اور سچی محبت واتباع کرنے والوں کے قلوب، بواطن اور اذہان کو اجالے بخشتے رہیں گے اور افکار و اعمال کو منور و مزکی کرتے رہیں گے۔

دعوتِ دین کیلئے مصائب

دعوت حق، تبلیغ دین واشاعت اسلام کے جملہ مراحل میں اعدائے دین اور کفار قریش کی مخالفتیں، ایذا رسانیاں، دل آزاریاں، قوت وطاقت کا استعمال، رکاوٹوں کا سلسلہ، دشمنی، تکلیف دہی اور ممکنہ طریقوں سے اس مقدس کام کو روکنے کی کوششیں کسی سے پوشیدہ نہیں، اس کے باوجود حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کے ساتھ اپنے منصب اقدس کے فرائض کو پورے عزم ویقین سے

جاری رکھا۔ دعوت و تبلیغ دین کی راہ میں درپیش شدید موانعات و مصائب کا سامنا توکل علی اللہ کی قوت کے ساتھ اس طرح فرمایا کہ یہ ناموافق حالات اس مقدس کام کو پھیلنے سے روک نہ سکے۔ مخالفین حق نے اپنے طور پر اشاعت اسلام کے سلسلے کو روکنے کے لئے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اذیت رسانی، بدزبانی، راستے میں کانٹے بچھانا، ہر طرح کا جبر وستم سب کرلیا، لیکن انہیں ناکامی ہوئی تو ایک اور طریقہ سے دعوت حق کے سلسلہ کو روکنے کی کوشش کی۔ روسائے قریش نے حضور اکرم ﷺ کے چچا سردار ابوطالب پر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔

حضرت ابوطالب کو حضور ﷺ کا جواب

ایک بار قریش کے چند لوگ سردار ابوطالب کے پاس گئے اور کہا کہ اپنے بھتیجے کو دعوت حق اور تبلیغ دین کے کام سے روکیں، پھر دھمکی دی کہ اگر آپ نہ روک سکیں تو ہم روک دیں گے۔ اس سلسلے میں جو بھی ہوگا اس میں آپ دخل نہ دینا۔ قریش کی دھمکیوں سے مضطرب ہو کر انہوں نے حضور ﷺ کو اپنے پاس بلایا اور ساری تفصیلات سے آگاہ کیا اور قریش کی دھمکی کے بارے میں بتا کر کہا ”اے جان عم! مجھ پر بھی رحم کرو اور اپنے آپ پر بھی رحم کرو، مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جس کو اٹھانے کی مجھ میں ہمت نہ ہو“۔

رسول اللہ ﷺ نے اللہ پر کامل توکل کے ساتھ بڑے اطمینان وسکون سے جواب دیا: ”اے میرے چچا! اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں اور یہ توقع کریں کہ میں دعوت حق کو ترک کردوں گا تو یہ ناممکن ہے“۔ (سیرت ابن کثیر)

حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد سن کر حضرت ابوطالب نے کہا: ”اے میرے بھتیجے! آپ کا جو جی چاہے کیجئے، میں آپ کو کسی قیمت پر کفار کے حوالے نہیں کروں گا“۔

(سیرت ابن ہشام) اور چند اشعار کہے جن میں سے ایک شعر کا یہ ترجمہ ہے: ''بخدا یہ سارے مل کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک مجھے مٹی میں دفن نہ کر دیا جائے''۔
(سیرت الحلبیہ، وسیرت الرسول)

حضور ﷺ کی ثابت قدمی

توکل علی اللہ، عزم ویقین اور ثابت قدمی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ کے تابناک پہلو ہیں، جنہوں نے دعوت حق اور اشاعت اسلام کے عظیم الشان کام کو اس قدر جلد اور پائیدار بنیادوں پر وسیع تر کیا۔ سیرت النبی ﷺ حصہ دوم (طبع نہم) میں لکھا ہے کہ ''آسمان کے نیچے شدائد اور مصیبتوں کی کوئی ایسی صنف نہ ہوگی جو رسول اللہ ﷺ کی راہ میں حائل نہ ہوئی ہو، لیکن آپ کا دل کبھی اضطراب وانتشار، مایوسی وناامیدی اور خوف وبیم سے آشنا نہ ہوا، بلکہ تنہائیوں میں، مصائب کے ہجوم میں، دشمنوں کے نرغہ میں، حنین واحد کے خونریز معرکوں میں ہر جگہ توکل واعتماد علی اللہ کا ایک ہی جلوہ نظر آتا ہے۔ (سیرت النبی ﷺ، ج:۲،ص:۲۷۴)

دشمن پر لرزہ طاری ہو گیا

لشکر اسلام ایک دفعہ جہاد سے واپس آرہا تھا، ایک جگہ گھنے درخت تھے جہاں سب نے حضور انور ﷺ کی اجازت سے قیلولہ کیا۔ حضور اقدس ﷺ نے بھی ایک جگہ منتخب کی اور استراحت فرما ہوئے۔ صحابہ کرام کچھ فاصلہ سے درختوں کے نیچے آرام کر رہے تھے۔ ایک مشرک غورث بن حارث نامی نے جو دیکھا کہ آپ اکیلے آرام فرما رہے ہیں صحابہ دور ہیں تو موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے اپنی تلوار بے نیام کر لی اور حملہ کے لئے آگے بڑھا۔ اچانک حضور انور ﷺ کی آنکھ کھل گئی اور غورث کو دیکھا کہ وہ تلوار لہرا رہا ہے۔ اس نے حضور ﷺ سے کہا: ''آپ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے''۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کے ساتھ پورے

وثوق ووقار سے فرمایا: ''اللہ'' مجھے میرا رب بچائے گا۔ یہ سنتے ہی غورث پر لرزہ طاری ہوگیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کو اٹھالیا۔ غورث ہیبت زدہ تھا، لیکن حضور علیہ السلام نے اس سے بدلہ نہ لیا۔ اسے معاف کر دیا اور چلے جانے کی اجازت دے دی۔ جب وہ اپنی قوم کے پاس واپس پہنچا تو بے ساختہ کہنے لگا ''وہ جو تمام لوگوں سے بہترین ہیں میں ان کے پاس سے آیا ہوں'' (ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومراۃ المناجیح) اللہ تعالیٰ پر توکل خاص ہونا چاہیئے۔ یعنی نازک ترین موقع پر بھی مخلوق سے بے خوفی اور اللہ پر کامل بھروسہ ہو تو اس کا فیض وثمرہ ضمانت تحفظ ونصرت الٰہی کی صورت میں عطا ہوتا ہے۔

(قرآن مجید، احادیث شریفہ، مستند تراجم، المعجم المفہرس، تاسیر، لغات القرآن، ابن سعد، ابن ہشام، سیرت الرسول، سیرت حلبیہ، سیرت النبی، ضیاء النبی، مراۃ المناجیح اور دیگر مقالہ جات ومضامین وغیرہ سے مستفاد)

اللہ تعالیٰ کو کیسے راضی کریں؟

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَ رَضُوۡ عَنۡہُ ذٰلِکَ لِمَنۡ خَشِیَ رَبَّہٗ ۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی یہ سعادت اس کو ملتی ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔ (سورۃ البینۃ ۸)

بندگان خدا کو اپنے خالق ومالک اللہ تعالیٰ سے تعلق وارتباط قائم کرنے کیلئے، گناہوں پر صدق دل سے نادم وپشیمان ہوکر بارگاہ خداوندی میں توبہ واستغفار لازم وضروری ہے تاکہ وہ قرب ووصال کی دولت لازوال سے مالا مال ہوسکیں، چنانچہ استغفار کی اہمیت وافادیت، شرائط وآداب بیان کرتے ہوئے حضرت سیدی ابوالحسنات محدث دکن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: استغفار یہ ہے کہ زبان سے ''اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ'' کہے اور دل میں نادم اور پشیمان ہوکر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے یہ کیا مشکل کام ہے؟ شاید یہ خیال ہو کہ اب توبہ کریں پھر کوئی گناہ ہوجائے تو کیا فائدہ؟ یہ شیطانی وسوسہ ہے، سچے دل سے توبہ کرو اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرلو، ان شاء اللہ

تعالیٰ تم سے کوئی گناہ سرزد ہی نہ ہوگا۔ ''اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهُ''. ''گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس سے کوئی گناہ ہی نہ ہوا ہو۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر التوبۃ، حدیث نمبر ۴۲۴۰؛ مجمع الزوائد، ج: ۱۰، ص: ۲۰۰)

استغفار کی فضیلت

توبہ واستغفار کرنے سے اس وقت تک کے تمام گناہ معاف ہو گئے، نہ صرف گناہ معاف ہوئے بلکہ اعمال نامہ سے بھی مٹا دیئے گئے۔ تقاضائے بشریت سے اگر پھر گناہ ہو گیا تو پھر معافی مانگ لیں۔

بغیر توبہ واستغفار جو عبادت کی جاتی ہے وہ رائگاں تو نہیں جاتی مگر مغفرت مانگنے کے بعد جو عبادت کی جاتی ہے اس کی شان ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

اکثر لوگ صرف زبان سے استغفار کہتے ہیں اس سے کیا ہوتا ہے؟ حدیث شریف میں اس سے متعلق جو الفاظ وارد ہیں وہ کہیں جو یہ ہیں: ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ''.

استغفار یاد کرلو، اگر یہ یا اور کوئی استغفار یاد نہ ہو سکے تو صرف اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ پڑھ لیا کرو، اس کے معنی یہ ہیں کہ: الٰہی میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔

روزانہ رات میں جب بستر پر سونے کے لئے لیٹ جائیں تو تین مرتبہ استغفار پڑھ لیں، اس عمل سے تمام دن بھر کے گناہ، نامہ اعمال سے مٹا دیئے جاتے ہیں اگرچہ کہ وہ سمندروں کے کف کے برابر ہی کیوں نہ ہوں، یا صحرا کی ریت کے برابر یا درختوں کے پتوں کے موافق یا دنیا کے دنوں کے مساوی۔

عصر کی نماز سے قبل استغفار

ایک شخص نے حضور ﷺ کے خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ! مجھ کو کوئی ایسا عمل بتلایئے کہ اس پر کاربند ہو کر سیدھا

جنت میں چلا جاؤں۔! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ٹھہرو! تھوڑی دیر کے بعد انہوں پھر وہی عرض کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز عصر سے پہلے تیس مرتبہ پورا استغفار پڑھا کرو، تمہارے ستر سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ انہوں نے عرض کیا: میری اتنی عمر کہاں ہے؟ یا رسول اللہ ﷺ! تو آپ نے ارشاد فرمایا: تمہارے ماں باپ کے ستر برس کے گناہ، تمہارے بھائیوں کے ستر برس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے ادبی

حدیث شریف: حضرت رسول مقبول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: جس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اپنے اوپر روزانہ استغفار پڑھنا لازم کر لے اس کے لئے اللہ ہر تنگی اور ہر رنج و غم سے نجات کی سبیل مہیا کریں گے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہونچائیں گے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو۔

فرمایا: تم میں سے کسی کے گناہ زیادہ ہوں تو سحر (قبل فجر) کے وقت استغفار کیا کریں۔ فرمایا ہر مرض کی دواء ہے اور گناہوں کی دوا استغفار ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی جب گناہ کرتا ہے اور پھر اس کے بعد ایک لمحہ کے لئے نادم ہو کر توبہ و استغفار کرتا ہے تو اس سے گناہ فی الفور ساقط ہو جاتے ہیں۔

ندامت کے بغیر استغفار کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے ادبی کرنا ہے، لیکن وہ اس سے واقف نہیں تھا کہ کیسے بڑے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے۔

کلمہ طیبہ عطر اور استغفار صابن

کلمہ طیبہ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اور درود شریف و تلاوت کلام مجید اور دیگر اذکار و وظائف مثل عطر کے ہیں اور توبہ

واستغفار مثل صابن کے، پہلے صابن کا استعمال کریں پھر عطر لگائیں تو عطر کا لطف آتا ہے۔حدیث شریف: حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: جس کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ کے مرنے اور جنت میں جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے مدارج بلند فرماتے ہیں، بندہ کہتا ہے کہ میں نے یہ عمل نہیں کیا تھا، یہ درجہ مجھ کو کس طرح ملا؟ جواب ملتا ہے تیری اولاد نے تیرے لئے استغفار کیا تھا یہ اس کا صلہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۶۵۰)

روزانہ نماز عصر سے پہلے تین یا بعد نماز مغرب ۷۰ مرتبہ استغفار جو اوپر درج ہے۔پڑھنا ستر سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

جب بندہ واستغفار کرتا ہے تو زمین وآسمان کے درمیان ستر قنادیل نور کے روشن ہو جاتی ہیں، منادی اس سرے سے اس سرے تک نداء کرتا ہے کہ: لوگو! آگاہ ہو جاؤ! کہ غلام نے اپنے آقا سے معذرت کر لی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو کوئی آواز ایسی پیاری معلوم نہیں ہوتی سوائے اس گنہگار بندے کی آواز کہ جب وہ استغفار کرتا ہے اور رب رب کہتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے اے میرے بندے۔

مرحومین کیلئے بھی استغفار کریں

اور اپنے والدین آباؤ اجداد مرحومین کے لئے بھی ضرور دعائے مغفرت واستغفار کرنا چاہئے، جس کی وجہ سے ان کی مغفرت اور مدارج بلند ہوتے ہیں کسی عمل کے متعلق پورے طور پر یہ کہا نہیں جاسکتا ہے کہ وہ مقبول بارگاہ ایزدی ہوا ہے یا نہیں لیکن درود شریف واستغفار سے متعلق یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص درود شریف پڑھے گا یا استغفار کرے گا وہ قبول اور اسکی مغفرت ہو جائے گی۔

اللہ کے محبوب بندے

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس بندہ کے دل میں اللہ تعالیٰ استغفار کرنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ پروردگار عالم چاہتے ہیں کہ اس پر عذاب نہ کریں۔ روایت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: تمام مخلوقات میں سے میرے محبوب وہ بندے ہیں جن میں تین وصف ہوں:

(۱) صرف اللہ تعالیٰ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔

(۲) ان کے دل مسجدوں میں لگے رہتے ہیں۔

(۳) جو صبح کے وقت استغفار کیا کرتے ہیں۔

عذاب الٰہی نہ آنے کا ایک سبب استغفار بھی ہے۔

شرائط استغفار

(۱) دل سے معافی مانگنا اور زبان سے استغفار کرتے رہنا۔

(۲) بار بار معافی مانگنا اور استغفار کرتے رہنا۔

(۳) جو گناہ ہوئے ہیں آئندہ نہ کرنے کا تہیہ کر لینا۔ جو نمازیں قضا ہوئی ہیں وہ ادا کر دینا۔ اور حقوق العباد ادا کرنا یا معاف کروالینا۔ استغفار کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ دل میں نادم ہو کر زبان سے استغفار کہنا۔ اور یہ بھی استغفار ہے کہ ان مقامات میں جایا کریں جہاں مغفرت ہوتی ہیں اور نیک اعمال کی توفیق مثلاً جہاں ذکر الٰہی یا مواعظ کی مجالس ہوں، بزرگوں کی ہم نشینی بھی بڑی نعمت ہے۔

(ماخوذ: از مواعظ حسنہ، صفوۃ المحدثین، حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ)

اللہ کے ساتھ معاملات درست کریں

قَالَ اللہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْ وَ عَمِلُوْ الصّٰلِحَاتِ لَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنَ (حٰمٓ سجدہ)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

حکیم الامت، مجدد ملت، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ وقدس سرہ فرماتے ہیں: امتی من حیث ھو امتی کے اعتبار سے دنیوی انقلاب تو مطمح نظر ہو نہیں سکتا"۔ (اصلاح انقلاب امت: ج:۱،ص:۱۶)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کیا فرمانا چاہتے ہیں، آپ غور کریں؟ حضرت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آج کی مادی ترقی کی ظاہری چمک دمک کو دیکھ کر ہماری آنکھیں خیرا ہیں اور ہم مسلمان بھی یہی سوچنے لگے ہیں کہ مادی ترقی ہی اصل ہے اور ترقی کے لفظ کو سن کر گویا ہمارا ذہن اسی طرف فوراً سبقت کرتا ہے کہ خوب عیش وعشرت اور طاقت کا سامان مہیا ہو جانا یہ ترقی ہے، نہیں، اگر ہم من حیث الامت یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کی حیثیت سے غور کریں تو ہمارے پیش نظر ہر حالت میں اللہ کی رضا وخوشنودی ہونی چاہیے۔ اگر اس بات کو پیش نظر رکھیں تو ترقی کا صحیح اسلامی مفہوم ہوگا: اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور ان کی محبت کے لئے جہد مسلسل جو قرآن کے بیان کے مطابق ایک ہی لفظ "تقویٰ" میں موجود ہے۔ لہٰذا جس میں جتنا زیادہ تقویٰ ہوگا یعنی گناہوں سے اجتناب اور اعمال صالحہ پر محنت ہوگی وہ اتنا ہی زیادہ ترقی یافتہ ہوگا، چاہے اس کے پاس حسن وجمال نہ ہو، مال ومنال نہ ہو، مکان دوکان نہ ہو۔ (اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ)

آج سے تقریباً ۷۰ یا ۸۰ سال قبل امت کے دینی احوال کو دیکھ کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

اے بسرا ہر وہ یثرب بخواب
خیز کہ شد مشرق ومغرب خراب

اے وہ ذات جو مدینہ میں محو خواب ہے
اٹھئے کہ مشرق ومغرب برباد ہوگئے

یعنی امت کی حالت ایسی بدتر ہے کہ نبی کی روح بھی کانپ اٹھے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ ۱۴ صدیاں پیشتر امت کو ایک کامل ومکمل شریعت اور دستور حیات دے کر گئے تھے۔ اور جب دنیا سے پردہ کررہے تھے انسانوں کی ایک جماعت پورے طور پر اس پر عمل پیرا تھی، مگر آج امت عملی اعتبار سے بالکل دین سے دور ہوچکی ہے۔

دین کے شعبے اور امت میں بگاڑ

دین اسلام ویسے تو بیشمار شعبوں اور اجزاء پر مشتمل ہے، اگر اس کو بڑے بڑے شعبوں میں تقسیم کیا جائے تو کل پانچ اجزاء اور شعبے بنتے ہیں: عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق۔

عقائد اور انقلاب تغیر

عقائد کے باب میں مسلمانوں میں واضح الفاظ میں انکار تو نہیں پایا جاتا، مگر تدین کے لبادہ میں تغیر اور ردوبدل ضرور ہوا ہے کہ دین اور اصلاح کے نام پر طرح طرح کی بدعنوانیوں کا ظہور امت میں عام ہے۔ نصوص یعنی قرآنی آیات اور احادیث کا صریح انکار تو نہیں کیا گیا مگر باطل تاویلات ضرور کی گئیں۔

عقائد کا انکار

ہاں! البتہ ایک بڑا طبقہ جو جدید تعلیم یافتہ ہے اس نے عقائد میں انکار کی بھی جسارت کی ہے، مثلاً غیر محسوس وغیر مرئی کا انکار، جیسے معجزات کا انکار، عذاب قبر کا انکار، احادیث کی حجیت کا انکار، فرشتوں کے وجود کا انکار، بلکہ انکار سے تجاوز کرکے جمہور کے عقائد کے ساتھ مذاق اور اس کی حقارت اور جب ان کی ان

حرکتوں پر علماء نے کفر اور ضلالت کے فتوے لگائے تو انہیں ''متعصب'' کا لقب دیا گیا۔ یہ تو حضرت تھانویؒ کے دور تک تھا، اب تو علماء اور متدین حضرات کی ذلت کے ساتھ ساتھ اسلاف کی کتابوں سے آگے پیچھے کی عبارات کاٹ کر کے ان بیچارے مخلصوں پر، جنہوں نے دین کے تحفظ کی خاطر اپنی پوری زندگی اور زندگی کی توانائی اور مال و دولت سب کچھ صرف کر دیا، ان کو بھی نہیں بخشا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ صحیح ہدایت عطا فرمائے۔

عبادات سے امت کی غفلت

عبادات میں امت ترک اور اہمال کا شکار ہو چکی ہے۔ امت کی اکثریت نے نماز کو ترک کر دیا ہے، ایک طبقہ روزے سے بیزار ہے اور ایک طبقہ باوجود صاحب نصاب ہونے کے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکاری ہے۔ ایک طبقہ ایسا ہے جو حج فرض ہونے کے باوجود فریضۂ حج کی ادائیگی میں تامل کرتا ہے۔

معاملات، معاشرت اور اخلاق

مذکور دو شعبوں کے علاوہ تین شعبوں میں سب سے زیادہ خرابی واقع ہوئی ہے، عام مسلمانوں نے ان تینوں شعبوں کو تو گویا اجزائے دین سمجھنا ہی چھوڑ دیا ہے اور اسے اپنے طور پر، جیسا سمجھ میں آتا ہے انجام دیتے ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر خرابی یہ ہوئی کہ شریعت کے ان تینوں شعبوں سے متعلق احکام کے مقابلہ میں کوئی نہ کوئی رسم ایجاد کر لی اور پھر اس کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنا لیا اور شریعت کی صریح مخالفت کے باوجود اسے سمجھنا بھی فراموش کر دیا، بلکہ اسے فخریہ انداز میں بیان کرتے ہیں، جیسے سود کے لین دین کو نئے نئے نام دے کر، مثلاً انٹریسٹ، لوڑی یا میں اپنی خوشی سے زائد رقم ہدیہ دیتا ہوں، وغیرہ، معاشرت مثلاً نکاح میں نئی نئی رسومات، جیسے مہندی کی رسم، دولہا ودلہن کا بے پردہ اسٹیج پر بیٹھنا اور ناچ گانا، تصویر

کشی، جوتے چپل چھپانا، مہر میں افراط وتفریط، وغیرہ۔ اخلاق میں جیسے گالی گلوچ ،لوگوں کے ساتھ بد اخلاقی سے پیش آنا وغیرہ۔

گویا پہلے دو شعبوں کے مقابلہ میں ان تین شعبوں میں خرابی زیادہ ہے کیوں کہ ان شعبو کو دین سے خارج ہی سمجھ لیا ہے۔ عقائد میں تغیر اور باطل تاویلیں عبادات میں تقصیر تو یہاں تو سرے سے دین کے جز ہی سے انکار اور وہ بھی صراحتاً اور کریلا وہ بھی نیم چڑھا۔ یعنی ان کی جگہ رسومات کا اختراع کرلیا اور پھر دینی احکام پر انہیں مخترعات کو ترجیح دی۔

مسلمانو! ہوش میں آجاؤ

امت دین سے اتنی دور ہوگئی کہ الامان والحفیظ، یعنی چہرے، بشرے اور اعمال واخلاق سے ''امت محمدیہ'' کا فرد ہے اس کا بھی علم نہیں ہوتا اور اگر دعویٰ بھی کرے تو وہ جھوٹا ہے۔

میرے مسلمان بھائیو! ذرا ہوش میں آؤ! اپنی حالت پر متنبہ ہوجاؤ، کیا مرنا نہیں ہے؟ کیا زندگی کا حساب نہیں دینا؟ اللہ کے سامنے کیا منہ لے کر قیامت کے دن حاضر ہوگے؟ کب اپنی اصلاح کی فکر کروگے؟ آخر آپ اور ہم کس چیز کا انتظار کررہے ہیں؟ کیا مرض الموت کا انتظار کررہے ہیں؟ یا موت کا؟ یا وحی جدید کا؟ سو اس کی تو گنجائش نہیں۔ موت تو بہر حال آنی ہے مگر کیا اس وقت کچھ کرسکوگے؟

بدترین حالات کے اسباب

خلاصہ یہ کہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا اور خیر امت مصائب کے بھنور میں کیسے پھنسی؟ تو آیئے اسباب کو جانتے ہیں اور پھر علاج اور طریقہ اصلاح پر گفتگو کریں گے۔ انشاء اللہ۔

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے ایک روح اور دوسرے بدن۔ جس طرح بدن کبھی صحت یاب ہوتا ہے کبھی بیمار ہوتا ہے اور جب بیمار ہوتا ہے تو علاج ومعالجہ کیا جاتا ہے تو ڈاکٹر سب سے پہلے اسباب مرض کو جاننے کی کوشش کرتا ہے اور پھر علاج تجویز کرتا ہے۔ اسی طرح روح بھی بیمار ہوتی اور روح کی بیماری دین سے دوری، بھلائی سے تعرض، نیکی سے فرار ہے، برائی سے محبت اور گناہوں پر اصرار وغیرہ اب یہ بیماریاں بھی بغیر سبب کے نہیں ہوتیں، کیوں کہ دنیا دارالاسباب ہے، لہٰذا سنۃ اللہ ہے کہ عام طور پر دنیا میں ہر چیز اسباب کے تابع ہے۔

دو اہم اسباب

ویسے تو اگر تدبر کیا جائے تو ہماری پستی اور تنزلی کے بیشمار اسباب ہیں، مگر حکیم الامت مجدد ملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق دو اسباب امہات الاسباب کا درجہ رکھتے ہیں:

۱-قلت علم، یعنی دینی تعلیم سے ناواقفی اور بے خبری۔

۲-ضعف ہمت، یعنی قصد وارادہ کی کمی یا فقدان۔ (اصلاح انقلاب امت: ج:۱،ص:۲۰)

آیئے! ان دونوں اسباب کی تشریح وتوضیح کریں، کیوں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر وتقریر تو جامع ہوتی ہے، مختصر الفاظ میں بہت کچھ سمو دینا ہی حضرت کا طرۂ امتیاز ہے، جس کو بہت سے کم فہم لوگوں نے ''عیب'' تصور کرلیا ہے۔

حضرت فرمانا چاہتے ہیں کہ سب سے اہم سبب تو دینی تعلیم سے ناواقفیت اور جہالت ہے، نہ امت کی اکثریت کو عقائد کا صحیح علم، نہ احکام کا، نہ معاملات کا، نہ معاشرت کا اور نہ ہی اخلاق کا، دینی علم سے امت بالکل نابلد یا کم سے کم واقف ہے۔ جب کہ ایک مسلمان کے لئے سب سے زیادہ اہم دینی تعلیم ہے، وہ اس کے بغیر اسلامی اور ایمانی زندگی گزار ہی نہیں سکتا، مکمل نہیں تو کم ازکم ہر شعبہ زندگی سے

متعلق بنیادی اصولی احکام سے تو واقف ہونا چاہئے اور یہ ایسے ہی نہیں ہوا، بلکہ دشمنانِ اسلام اور خاص طور پر اہل کتاب کی وسیع اور گہری سازشوں کے بعد ہوا ہے۔ کیوں کہ اہل کتاب و کفار نے اس بات کو بھانپ لیا تھا کہ محض طاقت کے بل بوتے پر مسلمانوں کو شکست نہیں دی جاسکتی کہ وہ غزوۂ خندق، غزوۂ خیبر، غزوۂ تبوک، غزوۂ قادسیہ اور پھر اس کے بعد صلیبی جنگوں میں صلاح الدین ایوبی اور قسطنطنیہ میں محمد الفاتح سے باوجود عظیم طاقت کے شکست و ہزیمت سے دو چار ہو چکے تھے۔ آخر کار صدیوں کے غور و فکر اور تدبر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان کو قرآن سے، حدیث سے، ایمان سے، حب رسول سے، جب تک دور نہیں کیا جاتا، یہ شکست خوردہ ہونے والے نہیں، لہٰذا صلیبی جنگوں کے بعد صدیوں کی سازشوں کے بعد مسلمانوں کو مادی علوم میں منہمک کرنے کا پلان بنایا گیا، جس کے لئے انہیں ضرورت تھی خلافت کو ختم کرنے کی، لہٰذا قومیت کا ناپاک بیج مسلمانوں میں بو دیا۔

پھر مسلمان اسلام کے بجائے عربیت، ترکیت، عجمیت، فارسیت پر مجتمع ہونے لگا، جس سے ان میں اختلاف برپا ہوا اور پھر اہل کتاب Divid and Rool یعنی آپس میں لڑاؤ اور سرداری کرو کے پیش نظر مسلمانوں کو خوب لڑوایا، یہاں تک کہ ۱۹۲۳ء میں خافت کا خاتمہ ہو گیا اور پھر پوری دنیا پر استعمار حاوی ہونے لگا اور استشراق کو گلوبلائزیشن کا نام دے کر پوری دنیا کے تعلیمی نصاب کو مرتب کیا اور "مادی علوم" میں ایسا منہمک کیا گیا کہ دینی علوم کے لئے وقت نہ مل سکا اور اس طرح امت دینی تعلیم سے بیگانہ اور دور ہو گئی، جس کی حشر سامانیاں آج ہماری نظروں کے سامنے ہیں، نہ ایمانیات کا پتہ، نہ عبادات و احکام کا پتہ، نہ معاشرت و اخلاق کا پتہ، نہ حلال معلوم نہ حرام، اس طرح ایمان کمزور ہو گیا۔ مسلمانوں کی نظریں مسبب الاسباب یعنی اللہ سے ہٹ کر کافروں کی طرح محض اسباب پر ٹھہر

گئیں اور جب اسباب ہی کو سب کچھ سمجھ لیا گیا تو دشمن کی طاقت سے مرعوبیت کا شکار ہو گئے اور پھر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے دشمن کی طرح تیاری شروع کر دی تو دنیا کی محبت دل میں بیٹھ گئی، پھر جب دیکھا کہ دنیا طلبی کے لئے کافی وقت درکار ہے تو اصلاح کے نام سے باطل تاویلات شروع کر دیں اس طرح یکے بعد دیگرے تنزل کے اسباب پیدا ہوتے رہے۔

مسلمان جال میں پھنس چکا ہے

اہل کتاب نے جب دیکھا کہ یہ مسلمان جال میں پھنس چکا ہے تو مطالعہ مشرق کے نام پر استشراق کی بنیاد ڈالی، اپنی سازشیں اور تیز کر دیں۔ مسلمانوں کی دینی تعلیم سے غفلت کا بھرپور فائدہ اٹھایا، پھر عصری اور دنیوی تعلیم حاصل کرنے کے لئے عرب، مصر، ترکی اور ہندوستان وغیرہ سے مسلمان نوجوانوں کا ایک طبقہ فرانس، انگلینڈ وغیرہ یورپی ممالک کی طرف گیا، جہاں ایک منظّم سازش کے تحت ان کی ''برین واشنگ'' کی گئی مثلاً ترکی کا پاشا اتارترک وغیرہ، مصر سے طٰہٰ حسین، رفاعہ طہاوی، احمد امین وغیرہ۔ انہیں لوگوں نے آزادیٔ نسواں، مساوات مرد وزن وغیرہ کے اسلامی تعلیمات سے متصادم نظریات مسلمانوں میں رائج کئے اور بس پھر تو کیا تھا؟ باطل تاویلات کا دروازہ سرپٹ کھول دیا گیا۔ قرآن کی تفسیر بھی عقلیات کے نام پر غیر شرعی انداز میں کی اور احادیث کی توجیحت ہی کا انکار کر دیا اور فقہ کو دریا برد کر کے خود ہی مجتہد بن بیٹھے۔ بس پھر کیا تھا سود کو Intrest کا نام دے کر جائز قرار دیا۔ دین اور سیاست کو الگ الگ کر دیا اور جمہوریت کی تائید کی۔ معیشت اور دین کو الگ کر دیا اور سرمایہ داریت واشتراکیت کی تائید، جہاد کی فرضیت کا انکار کیا، نظریۂ ارتقاء کو قرآن وحدیث سے ثابت کیا، گویا مغرب سے مرعوبیت کا شکار ہو کر اصول اجتہاد سے ہٹ کر اجتہادات کئے یہ ہیں دینی تعلیم سے غفلت کے اسباب۔

ہمت اور ارادے کا فقدان

دوسرا سبب ضعف ہمت، یعنی گناہوں کو اور خلاف شرع امور کو چھوڑنے، مطابق شرع احکامات پر عمل کرنے میں ہمت اور ارادے کا فقدان، اتباع خواہشات میں ایسے پھنسے کہ ہمت ہی نہ رہی کہ چلو بھائی! یہ چیز شریعت کے خلاف ہے، لہٰذا ترک کردیں۔ یہ چیز شریعت کے عین موافق ہے یا فرض ہے تو کسی طرح بھی کرلیں، اسی لئے آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان کتنے جری ہوکر اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں، نہ چہرے پر ڈاڑھی، نہ بدن پر اسلامی لباس اور نہ وضع و قطع، نہ گناہوں سے اجتناب، کھلے عام گناہوں کا ارتکاب، مثلاً گانا بجانا اور سننا، ناچ دیکھنا، شراب نوشی کرنا، پائجامہ ٹخنوں سے نیچے پہننا، گھروں میں TV بسانا کھیل کود میں مشغول ہونا وغیرہ، حالاں کہ یہ سب کام خلاف شرع ہیں، مگر نہ چھوڑنے کا ارادہ اور نہ ہمت، بلکہ انہیں گناہ سمجھنا ہی چھوڑ دیا۔ گویا احساس گناہ ہی ختم ہوگیا، جب کہ اس کا انجام بہت بدترین ہوتا ہے، انسان ایمان سے بھی محروم ہوسکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہماری پستی اور تنزلی کے اسباب دو طرح کے ہیں:

ایک اسباب رئیسہ اور دوسرے اسباب ذیلیہ

اسباب رئیسہ دو ہیں:

۱- دینی تعلیم سے دوری یا اس کی قلت

۲- گناہوں کو ترک نہ کرنے اور نیکی کرنے کی ہمت اور ارادے کا فقدان۔

اور اسباب ذیلیہ بہت سے ہیں: مثلاً ضعف ایمان، حب دنیا اور دشمن کا خوف، اصلاح اور ترقی کے نام پر افساد، دین اور سیاست میں جدائی، خلافت اسلامیہ کا سقوط، دشمن سے مرعوبیت، مغرب سے متاثر ہوکر اسے اپنا آئیڈیل بنانا، مستشرقین اور مغرب زدہ مسلمانوں کی مسلسل کوششیں، دنیوی تعلیم میں ضرورت سے زیادہ

انہماک، مسلمانوں کا اپنی اولاد کی دینی تربیت نہ کرنا، مسلمانوں کا چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپسی اختلاف اور انتشار کا شکار ہونا، عوام کا علماء سے کٹ جانا، بلکہ متنفر ہو جانا، معاصی اور فواحشات اور لغویات میں زندگی کی قیمتی سانسوں کو برباد کرنا وغیرہ۔

موجودہ حالات سے کیسے نجات پائیں؟

ہمارے بدترین احوال اور ان کے اسباب کے بعد اب ہمیں سب سے زیادہ جس چیز کو جاننا اور سمجھنا ہے وہ ہے اسباب علاج اور حل۔ جیسا کہ ابھی اوپر بیان کیا گیا، ویسے تو ہماری پستی کے بہت سے اسباب ہیں، مگر دو اہم اسباب ہیں، بالکل اسی طرح ہماری پستی سے نکلنے کے بہت سے حل اور علاج ہیں مگر اساسی اور بنیادی حل جس کو امہات الاسباب کہا جاسکتا ہے وہ بھی دو ہیں، ایک دینی تعلیم سے واقفیت، دوم ہمت اور حوصلہ۔

سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب سے پہلے اپنے ذہن ودماغ سے یہ بات نکال دیں کہ دین سے وابستگی اور دینی تعلیم تنزلی کا ذریعہ ہے، بلکہ سب سے زیادہ ضرورت دینی تعلیم کی ہے۔ قرآن کا اعلان ہے: ''اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ''. اگر تم اللہ کی مدد (یعنی اطاعت) کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے قدموں کو جمادے گا۔ لہٰذا امت کا ہر فرد اس بات کو اپنی اولین ذمہ داری سمجھے کہ مجھے اور اپنی اولاد اور اہل خانہ کو دین کی بنیادی باتوں کا علم حاصل کرنا ضروری ہے اور اس کے لئے کوئی نہ کوئی طریقہ اختیار کرے۔

تحصیل علم کا دستور العمل

جن لوگوں کو اللہ نے کافی وشافی مال دولت سے نوازا ہو وہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم کے لئے وقف کردیں اور نہیں تو کم از کم بنیادی تعلیم تو دلوا ہی دیں، ورنہ کل

قیامت کے دن اللہ کے یہاں باز پرس ہوگی، اولاد کا باپ پر سب سے پہلا حق ان کی صحیح تعلیم وتربیت ہے، مگر آج ہم نے دنیوی تعلیم ہی کو سب کچھ جان لیا ہے، دینی تعلیم فرض عین ہے، کسی عالم سے رابطہ کر کے، اگر تاجر ہے تو بنیادی عقائد کے ساتھ ساتھ تجارت کے مسائل کی تعلیم دلوادے، تاکہ حلال وحرام کی تمیز ہو سکے، اگر کہیں نوکری کرتا ہے اور اولاد کو بھی اسی پیشہ میں لگانا ہو تو اسے بھی اجرت کے بنیادی مسائل سے واقف کرادے اور خود بھی اگر دین کی تعلیمات سے ناوقف ہے تو کسی عالم سے ربط پیدا کر کے علم دین حاصل کرے۔

اور اگر باپ غریب ہے تو بھی بہر حال اولاد کو دین کی بنیادی تعلیم تو کسی طرح بھی دلوادے۔ اور الحمد للہ آج تو مکاتب کا نظام کافی عام ہو چکا ہے لہٰذا اپنی اولاد کو مکاتب میں پابندی سے بھیجے اور ان کے استاذ سے باز پرس بھی کرے۔ اور جس طرح اسکول کے ہوم ورک کی فکر کرتے ہیں گھر میں دینی تعلیم کا بھی مذاکرہ کریں اور اپنی اولاد پر خاص توجہ دیں۔

اگر آپ اور بچے اردو پڑھ لیتے ہیں تو گھر میں چند کتابیں رکھیں اور سب باری باری اس کا مطالعہ کرتے رہیں، کتابوں میں مثلاً بہشتی زیور، حیات المسلمین ،معارف الحدیث، معارف القرآن ،تعلیمات اسلام، حیات الصحابہ، فضائل اعمال وغیرہ انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا اور اگر اردو نہیں جانتے تو مذکورہ کتابوں کا انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے، اس کے علاوہ مولانا تقی عثانی صاحب کی تفہیم (Nots of the noble Quran) وغیرہ سے اپنے گھر کو بسائے اور ان میں سے اکثر کتابوں کا ہندی، گجراتی وغیرہ میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔

اور جو لوگ بالکل ناخواندہ ہیں یعنی پڑھنا لکھنا نہیں جانتے وہ کسی عالم کو ہر ہفتہ سیکھیں اور کسی بھی کام کرنے سے پہلے کسی بھی مفتی صاحب کی طرف رجوع

کریں اور پوچھ لیں کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہ مل سکیں تو فون پر یا خط، فیکس، ای میل، وغیرہ کے ذریعہ معتبر علماء سے اپنے مسائل دریافت کریں۔

عورتوں کی دینی تعلیم کی فکر بھی بہت ضروری ہے کیوں کہ وہی اولاد کیلئے پہلا مدرسہ ہیں، کسی پڑھی لکھی یا معلّمہ عفیفہ سے بچیوں کو دین کی بنیادی تعلیم سے آراستہ کیا جائے یا گھروں میں مسائل کی کتابیں مثلاً بہشتی زیور وغیرہ کی تعلیم پابندی سے کی جائے، اگر عورتیں نہ جانتی ہوں تو گھر کا کوئی سنجیدہ مرد ان کے درمیان تعلیم کردے اور گھر میں کسی متقی، متبع سنت عالم کا وعظ وقفے وقفے سے کراتے رہیں۔

دینی تعلیم کو کس طرح عام کریں؟

سب سے پہلے تو علماء اس بات کو سمجھیں اور طلبہ بھی کہ امت کو دین کا پیغام پہنچانا اور ان کو احکام وعقائد، اخلاق وغیرہ سے واقف کرنا، برائیوں سے روکنا، بھلائی کا حکم دینا، ہمارا فریضہ اور ذمہ داری ہے، اگر ہم نے اس میں کوتاہی کی تو کل قیامت کے دن ہم جواب دہ ہوں گے، اپنے اسلام کے احوال کا آپ مطالعہ کریں وہ کس طرح امت کو دین کے احکام سے روشنا کراتے تھے۔

وکیع بن الجراح تلمیذ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ واستاد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں فجر سے چاشت تک مسجد میں طلبہ کو پڑھاتا تھا، پھر زوال کے وقت کھیتوں میں چلا جاتا تھا، اور کسانوں کو جمع کرکے دینی احکام ومسائل سکھاتا یا سقایا کو بازار میں جمع کرکے پڑھاتا۔

ہم تو یہ کہتے ہیں کہ پیاسا کنویں کے پاس جائے گا، کنواں پیاسے کے پاس کیسے آئے گا؟ مگر یہ غلط ہے، ہماری ذمہ داری ایسی ہے کہ کنواں پیاسے کے پاس جائے، لہٰذا ہم اس میں کوتاہی نہ کریں، ہمہ وقت اسی فکر میں رہیں کہ امت کو کس طرح تعلیمی اعتبار سے نفع پہنچایا جائے۔

اصلاح کے طریقے اور تدبیر

اس وقت امت کو دینی تعلیم سے آشنا کرنے کے لئے سب سے مؤثر طریقہ وعظ اور تقریر ہے، مگر مصیبت یہ ہے کہ عام طور پر ہم اسرائیلی روایات اور حکایات وواقعات کو بیان کرتے رہتے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم طلبہ وعلماء عوام الناس جس میں بہت زیادہ مبتلا ہیں اس کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں۔ مثلاً عقائد سے امت آج ناواقف ہے، تو اپنی تقریر میں ضروری عقائد بتلائیں، قرآن کی آیات پڑھ کر ان کو سمجھائیں، اگر جدید تعلیم یافتہ طبقہ سامنے ہے تو مادیت کے ابطال، خاص طور پر نظریۂ ارتقاء، جنسیت کے غیر اسلامی ہونے کو بتلائیں، اور عقل کی روشنی میں اس کے ابطال کو ثابت کریں۔

امت کو احکام پر لائیں، مثلاً سود کے مسائل، وراثت کے مسائل، فاسد بیوعات کے مسائل، شرکت ومضاربت کے مسائل، مزدور طبقہ مخاطب ہو تو اجارہ کے مسائل۔ امت اسلامی معاشرت سے بالکل ہی نابلد ہے، تو اپنی تقریر میں حقوق الوالدین، حقوق الاولاد، حقوق الزوج والزوجہ، حقوق مومن، حقوق جار، حقوق حیوانات وغیرہ پر بھی خاص توجہ دیں۔

امت کی اسلامی اخلاق سے دوری تو انتہاء تک پہنچی ہوئی ہے عوام تو عوام، خواص بھی اس میں مبتلا ہیں، لہٰذا بتلائیں کہ اسلامی اخلاق کیا ہیں، کسی کو گالی نہ دینا، کسی کو تکلیف نہ پہنچانا، کسی کو ذلیل کرنے کے درپے نہ ہونا، حسد نہ کرنا، چوری نہ کرنا وغیرہ۔

وعظ وتقریر محض رضاء الٰہی کی خاطر کریں، اس پر عوض نہ لیں، اور نہ کسی سے امید رکھیں، اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ!

مذکورہ بالا صورتوں کو اختیار کرنے سے انشاء اللہ دینی تعلیم کا مسئلہ کافی حد تک حل ہو جائے گا، رمضان میں امت مسجد کی طرف پورے سال کے بالمقابل زیادہ

آتی ہے، ہر نماز کے بعد صرف ۵ منٹ کا وقت لے کر امت میں دینی تعلیم کی طلب پیدا کریں اور خوب محنت سے کام لیں، اگر ایک آدمی بھی ہدایت سے مالا مال ہو گیا تو ہوسکتا ہے کہ ہماری نجات کا ذریعہ بن جائے۔

گناہوں کو چھوڑنے کی ہمّت کریں

آج ہماری ایک بڑی بیماری بلند ہمتی کا فقدان بھی ہے، ہم گناہوں کو چھوڑنے کی ہمت نہیں کرتے، اعمال صالحہ کرنے کی ضرورت ہے کہ خوب مجاہدہ کریں اور ہمت سے کام لے کر گناہوں کو ترک کریں، نماز جماعت کے ساتھ پہلی صف میں پڑھنے کا مکمل التزام کریں، اپنے نفس پر قابو رکھیں، اللہ ہمیں ہمت عطا فرمائے اور ہم سے راضی ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ چند ایسے امور پر متنبہ ہونا بھی ضروری ہے جو علاج کے لئے پرہیز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جیسے علاج کے ساتھ اگر پرہیز نہ ہو تو مریض اچھا نہیں ہوتا، ایسے ہی اعمال باطنیہ کا حل ہے، لہٰذا اصلاح معاشرہ میں کون سی چیزیں مانع ہوسکتی ہیں انپر غور فرمائیں۔

۱- کتب دینیہ کو پڑھنے یا سننے کا اہتمام اگر نہ ہو تو امت کی اصلاح نہیں ہوسکتی اور جس کتاب کے پڑھنے کا اہتمام ہو اس کے بارے میں تحقیق لازم ہے کہ یہ کس کی لکھی ہوئی ہے اور لکھنے والا کیسا ہے؟ ورنہ نفع کے بجائے نقصان ہو جائے گا، لہٰذا کسی محقق عالم سے پوچھے بغیر کسی بھی کتاب کے پڑھنے اور تعلیم کرنے سے اجتناب کریں۔

۲- جب بھی کوئی کام کرنا ہو تو علما سے دریافت کرلیں کہ یہ حلال ہے یا حرام؟ جائز ہے یا ناجائز اور اس میں دیکھئے کہ آپ کس سے دریافت کررہے ہیں؟ معتبر علماء ہی سے سوالات پوچھنے کا اہتمام ضروری ہے اور ایک مسئلہ دس سے نہ پوچھیں بلکہ ایک ہی سے دریافت کریں اور غیر ضروری سوالات نہ کریں۔

۳- دینی تقریروں اور علما کے بیانات سننے سے اگر اجتناب کیا گیا تو بھی بڑا نقصان ہے، لہٰذا معتبر علماء کی تقریریں ضرور سنتے رہیں۔

۴- شیخ کامل کی صحبت میں وقفہ وقفہ سے حاضر ہوتے رہیں، شیخ کامل کی علامات یہ ہیں: ۱- بقدر ضرورت علم دین رکھتا ہو۔

۲- عقائد و اعمال میں شرع کا پابند ہو۔

۳- دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو۔

۴- کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو۔

۵- کسی شیخ کامل کی صحبت میں کچھ عرصہ رہا ہو۔

۶- اس زمانے کے مصنف علماء و مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں۔

۷- بہ نسبت عوام کے خواص یعنی فہیم، دین دار لوگ اسکی طرف زیادہ مائل ہوں۔

۸- اس سے جو لوگ بیعت ہیں ان میں اکثر کی حالت باعتبار اتباع شرع وقلت حرص دنیا کے اچھی ہو، وہ شیخ تعلیم و تلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو، اور ان کی کوئی بری بات دیکھے یا سنے تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو، یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو۔

۹- خود بھی وہ ذاکر شاغل ہو۔ اس لئے کہ بغیر عمل یا عزم عمل تعلیم میں برکت نہیں ہوتی اور صدور کشف و کرامت اور استجابت دعاء لوازم شیخ سے نہیں ہیں۔

غرض ایسے حضرات کی صحبت خاص طور پر موثر ہے مگر اس کی صحبت کی تاثیر میں شرط یہ ہیکہ اس میں نیت بھی یہ ہو کہ میرے قلب میں رغبت طاعت اور نفرت معاصی پیدا ہو اور اس کے ساتھ اس کا بھی التزام رہے کہ اپنی کیفیات قلب کی شیخ کو اطلاع دے کر جو علاج تجویز فرمائیں اس پر کار بند ہو۔ (اصلاح انقلاب امت: ص:۲۷)

۱۰-موت کو فراموش نہ کریں، اسے یاد کرتے رہیں، کم از کم بیس منٹ موت، قیامت، جنت، جہنم، منکر نکیر کے سوالات، پل صراط، حساب وغیرہ پر غور وفکر کریں یا اس مضمون کی کتابوں کا مطالعہ کریں، مثلاً موت کی یاد، موت کا جھٹکا، جہنم کا کھٹکا، مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ وغیرہ۔ (اصلاح انقلاب امت حضرت تھانویؒ)

اسمِ محمد ﷺ کی تعظیم

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ ویغفرلکم ذنوبکم، واللہ غفور الرحیم. (آل عمران ۳۱) "(اے محبوب) آپ فرمادیجئے اگر تم (واقعی) محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو تب محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ اور بخش دے گا تمہارے لئے تمہارے گناہ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے"۔

بادشاہ "ناصر الدین محمد" کے ایک خاص مصاحب کا نام محمد تھا، بادشاہ اسے اسی نام سے پکارا کرتا تھا۔ ایک دن بادشاہ نے خلاف معمول سے اسے تاج الدین کہہ کر آواز دی۔ وہ تعمیل حکم میں حاضر تو ہوگیا لیکن بعد میں گھر جا کر تین دن تک نہ آیا' بادشاہ نے اس کی غیر حاضری کی شدت سے محسوس کیا اور اسے بلا بھیجا اور تین دن غائب رہنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا! عالم پناہ' آپ ہمیشہ مجھے "محمد" کے نام سے پکارا کرتے تھے لیکن اس دن آپ نے تاج الدین کہہ کر پکارا' میں سمجھا کہ آپ کے دل میرے میرے متعلق کوئی خلش پیدا ہوگئی ہے اس لئے میں تین دن حاضر خدمت نہیں ہوا۔ ناصر الدین بادشاہ نے کہا' واللہ (اللہ کی قسم) میرے دل میں آپ کے متعلق کسی قسم کی کوئی خلش نہیں' تاج الدین کہہ کر میں نے اس لئے پکارا تھا کہ اس وقت میرا وضو نہیں تھا اور محمد کا مقدس نام بغیر وضو لینا میری طبیعت نے گوارا نہیں کیا۔ (تاریخ کے جھروکوں سے)

صرف ایک قلم کے لئے

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار شام میں کسی شخص سے قلم مستعار لیا' اتفاق سے قلم اس شخص کو واپس کرنا بھول گئے' جب شہر ''مرو'' پہنچے تو قلم پر نظر پڑی ''مرو'' سے شام واپس گئے اور قلم صاحب قلم کو واپس کیا۔ تنہا یہ واقعہ ان کی اخلاقی زندگی کا بہترین مظہر ہے اور دنیا کی اخلاقی تاریخ کا غیر معمولی واقعہ ہے۔ ''مرو'' شام سینکڑوں میل دور ہے اور پھر یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب آمد و رفت کے ذرائع صرف گھوڑے اور خچر ہوتے تھے۔ (سیر الصحابہ ؓ)

حضرت جنید بغدادی سلطان العارفین کیسے بنے؟

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے شاہی پہلوان تھے۔ بادشاہ وقت نے اعلان کروایا کہ جو شخص ہمارے پہلوان کو گرائے گا اسے بہت زیادہ انعام دیا جائے گا۔ سادات کے گھرانے کا ایک شخص جو بہت کمزور اور غریب تھا اور نان شبینہ کو ترستا تھا اس نے سنا کہ بادشاہ کی طرف سے اعلان ہو رہا ہے کہ جو ہمارے پہلوان کو شکست دے گا، ہم اسے اتنا زیادہ انعام دیں گے۔ اس نے سوچا کہ جنید کو رستم زماں کہا جاتا ہے، میں اسے گرا تو نہیں سکتا مگر میرے گھر غربت بہت زیادہ ہے۔ مجھے پریشانی بھی بہت ہے اور سادات میں سے ہوں۔ اس لئے کسی کے آگے جا کر اپنا حال بھی بیان نہیں کر سکتا، چلو میں مقابلے کی کوشش کرتا ہوں، چنانچہ اس نے شاہی پہلوان سے کشتی لڑنے کا اعلان کر دیا۔ بادشاہ بہت حیران ہوا کہ اتنے بڑے پہلوان کے مقابلے میں ایک کمزور سا آدمی! بادشاہ نے اس سے کہا کہ تم شکست کھا جاؤ گے۔ اس نے کہ نہیں! میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ مقابلے کیلئے دن متعین کر دیا گیا۔ بادشاہ بھی کشتی دیکھنے کے لئے آیا۔ جب دونوں نے پنجہ آزمائی

شروع کی تو وہ کمزور وناتواں شخص کہنے لگا: جنید! تو رستمِ زماں ہے، تیری بڑی عزت ہے اور تجھے بادشاہ سے روزینہ (تنخواہ) ملتی ہے لیکن دیکھ میں غریب سیّد ہوں، میرے گھر میں اس وقت پریشانی اور تنگی ہے۔ آج اگر تو گر جائے تو تیری عزت پر وقتی طور پر حرف آئے گا۔ لیکن میری پریشانی دور ہو جائے گی۔ اس کے بعد اس نے کشتی لڑنا شروع کر دی۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ حیران تھے کہ اگر چاہتے تو بائیں ہاتھ سے اسے نیچے پٹخ سکتے تھے مگر اس شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کا واسطہ دیا تھا۔ یہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تھی، جس سے جنید کا دل پسیج گیا۔ انہوں نے دل سے فیصلہ کیا کہ جنید! اس وقت اپنی عزت کا خیال ترک کر دے، تجھے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں عزت مل جائے گی، یہی تیرے لئے بہترین سرمایہ ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر پنجہ آزمائی کی اور اس کے بعد جنید خود ہی چت ہو گئے اور وہ کمزور ان کے سینے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے انہیں گرا دیا۔ بادشاہ نے کہا نہیں نہیں ہرگز نہیں کوئی وجہ بن گئی ہوگی۔ لٰہذا دوبارہ کشتی کروائی جائے۔ چنانچہ دوبارہ کشتی ہوئی جنید خود گر گئے اور اسے اپنے سینے پر بٹھا لیا۔ بادشاہ بہت ناراض ہوا اس نے جنید کو بہت زیادہ لعن طعن کیا، یہاں تک کہ اس نے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ تمہیں بے عزت کر کے پورے شہر میں پھراؤں' تم اتنے کمزور آدمی سے ہار گئے۔ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے وقتی ذلت کو برداشت کر لیا۔ گھر آ کر بتایا تو بیوی بھی پریشان ہوئی اور باقی اہل خانہ بھی پریشان ہوئے کہ تم نے اپنی عزت کو آج خاک میں ملا دیا مگر جنید کا دل مطمئن تھا۔ چنانچہ اس قربانی کی بدولت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اولیاء اللہ میں شمار ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بشارت دی، جنید تو نے میری اولاد پر رحم کیا اور عزت بخشی اس لئے تجھے اللہ تعالیٰ اولیائے کاملین میں شامل کر لیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو طریقت کا امام بنا دیا اور آپ سلطان العارفین کہلائے۔

اے لوگو، بیٹھ جاؤ

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۔ترجمہ: جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

ایک روز حضور نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک کثیر تعداد مسجد میں جمع تھی اور آپ ﷺ کے ارشادات کو بغور سن کر ذہن نشین کر رہی تھی۔ اتنے میں عاشق رسول اور شاعر اسلام حضرت عبداللہ رواحہ انصاری مسجد کے پاس پہنچے تا کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے فرمودات کو سننے کا قیمتی موقع ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ وہ مسجد کے قریب پہنچے لیکن ابھی مسجد میں داخل بھی نہ ہونے پائے تھے کہ حضور پرنور ﷺ نے حاضرین مجلس سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

اِجْلِسُوْا (اے لوگو! بیٹھ جاؤ)

جب یہ آواز حضرت عبداللہ ابن روحہ رضی اللہ عنہ کے کان تک پہنچی تو وہ جہاں تھے وہیں رک گئے، ان کے دل میں متابعت رسول، فرماں برداری رسول ﷺ کے جذبات کی ایک ہوک سی اٹھی اور وہ مسجد نبوی سے فاصلے پر جہاں کے تہاں بیٹھ گئے۔

''یہ آقا ﷺ کا حکم ہے اس کی تعمیل میں غفلت نہ ہونے پائے''۔ یہ ان کے دل کی آواز تھی۔ حضور سرور کائنات ﷺ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو کسی نے آپ ﷺ کی خدمت میں عبداللہ ابن رواحہ کا یہ واقعہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے نہایت مسرت کے عالم میں ان سے (حضرت عبداللہ سے) فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت کا جذبہ اور زیادہ کرے''۔

اس واقعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سینوں میں اطاعت رسول کا سمندر کس طرح موجزن تھا اور ان کو عشق فرماں برداری رسول اللہ ﷺ میں کس درجہ کمال حاصل تھا۔ باوجدیکہ اجلسوا کا حکم حضرت ﷺ کے

روبرو بیٹھنے والوں کے حق میں تھا مگر یہ کیونکر ممکن تھا کہ ایک عاشق رسول جس نے اس حکم کی سماعت کر لی ہو وہ غائبانہ بھی اس حکم کی اطاعت وفرماں برداری نہ کرے بلکہ فوراً اور بروقت کرے، یہی عشق محبت اور فرماں برداری واطاعت گزاری کی معراج اور کمال ہے۔

احساس ایک عظیم دولت

خالق کائنات نے ہمیں شعور ووجدان کی جن نعمتوں سے نوازا ان میں ایک نفسیاتی دولت کا نام ''احساس'' ہے جو شروع سے لے کر آخر تک اس کے دم کا ساتھی اس کے وجود میں رچا بسا نظر آتا ہے۔ ہر شخص اپنے محسوسات کی بابت بولتا اور سمجھتا ہے لیکن یہ سمجھنا زیادہ تر حالات میں محض رسمی اور سطحی نوعیت کا ہی ہوتا ہے حقیقی معنی ومفہوم اور اس کے تقاضوں کو پالینا اور محسوس کر لینا صاحب نصیب کے ہی حصہ کی بات ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہی ''احساس'' جس وقت انسانی وجود میں شدت اختیار کر لیتا ہے اور اپنے درجہ کمال پر پہنچ جاتا ہے تو ایک ایسے طاقت ور محرک کی صورت اختیار کر لیتا ہے جو زندگی کے رخ کو ہی بدل کر رکھ دیتا ہے۔ ایسی بے چینی اور تڑپ، غیرت اور عزت نفس کی ایسی چبھن پیدا کر دیتا ہے جو کسی بڑے طوفان سے اسے ہمکنار کرنے کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔ اپنے مقام ومنصب کو سمجھنے کا سلیقہ بخش دیتا ہے اور راستے کی صعوبتوں کو سہنے میں معاون ومددگار نظر آتا ہے۔ آج جب کہ انسانی دل ودماغ اخلاقی وروحانی نظام سے بے تعلق، بے حس اور مردہ ہو چکے ہیں بڑے سے بڑا صدمہ، حادثہ اور دھماکہ بھی ہمارے وجود کو ہلا نہیں پاتا ہے، قلوب واذہان کے سُن پن اور اعصابی ونفسیاتی بے حسی کو دور نہیں کر پاتا ہے جب کہ پہلے کے ادوار میں ایک معمولی سا احساس اپنی تمام تر پاکیزگی اور شدت اثر کے ساتھ حساس طبائع کو بڑی تیزی کے ساتھ متاثر کر دیتا تھا۔ تاریخ وسیر کی کتابوں میں ایسے

بے شمار واقعات بھرے پڑے ہیں۔ یہاں ایسے ہی واقعہ کی نشاندہی کرنا اور اس سے سبق حاصل کرنا مقصود ہے۔

صاحب کشف المحجوب حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ابو علی شفیق بن ابراہیم ازدی (جو حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں) کی توبہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (انوار الاذکیا، صفحہ: ۲۴۰، ترجمہ تذکرۃ الاولیاء)

اللہ ہی ہمارا رب ہے تو فکر کس بات کا

ایک دفعہ بلخ میں ایسی شدید قحط و خشک سالی کی کیفیت پیدا ہوئی کہ آدمی آدمی کو کھانے لگا۔ مخلوق خدا سخت پریشان تھی اور عوام الناس مالی کشائش نہ رہنے کی بنا پر دانہ دانہ کو ترس رہے تھے۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک ادنیٰ غلام بے رونق بازار میں (جہاں بے حد گرانی اور اجناس و اشیائے خوردنی کی قلت کے وجہ سے عوام و خواص کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور مشکل سے کسی شخص کو اپنی ضروریات کا کوئی مختصر حصہ خریدنے کی ہمت ہو رہی تھی) نہایت خوش و خرم، بات بات پر ہنستا اور خوشی کا اظہار کرتا پھرتا ہے۔ لوگوں کو اس کی حرکتوں پر سخت تعجب محسوس ہوا کہ ایسے پرفتن وقت میں جب تمام مسلمان سخت پریشان ہیں یہ اس قدر بے فکر اور خوش باش کیوں نظر آتا ہے۔ حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بڑے تعجب کے ساتھ اس غلام سے دریافت کیا کہ اے غلام یہ کیا موقع ہنسنے اور خوشی منانے کا ہے؟ کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ لوگ بھوک کے سبب سے مرے جاتے ہیں۔

غلام نے نہایت پرسکون لہجے میں جواب دیا کہ مجھے رنج و غم اور مالی و معاشی تفکرات سے کیا کام۔ میرا آقا تو ایک بھرپور گاؤں کا مالک ہے۔ یعنی ایک پورے گاؤں کی ہزاروں بیگہ زمین پر قابض اور مالک و متصرف ہے ساتھ ہی ساتھ میرے مالک کے ملک و تصرف میں کوئی دوسرا شخص اس کا شریک اور حصہ دار بھی نہیں (جو

اس کے ذرائع آمدنی میں کچھ کمی کر سکے) اس کیکو داموں میں سیکڑوں من اناج، خشک کھجور اور انجیر بھرا ہوا ہے۔ اس وجہ سے میں بے فکر اور آسودہ حال ہوں کہ اس خشک سالی اور محرومی میں بھی مجھ کو اپنے زمیندار مالک کی زمینوں سے ضرورت بھر غلہ اور رزق فراہم ہو ہی جائے گا، چاہے باقی لوگوں کو حاصل ہو یا نہ ہو وہ مجھے ہرگز بھوکا نہ رہنے دے گا اور کبھی تباہ حالی میں نہ چھوڑے گا۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ اس غلام کا بیان سن کر بے خود ہو گئے اور انہیں اس کی باتوں پر بے حد عبرت وندامت حاصل ہوئی۔ آپ فوراً خدا تعالیٰ کے حضور میں عرض گزار ہوئے کہ اے بارِ خدایا! یہ غلام اس خواجہ کا ہے جس کی ملک میں صرف ایک گاؤں ہے اور یہ غلام اپنے مالک مجازی کے اختیارات وتصرفات پر مغرور ہو کر اتنی خوشیاں منا رہا ہے کہ تیری مخلوق میں ہر خاص وعام حیرت زدہ ہے۔ اور جب کہ آپ مالک الملک ہیں اور ہماری روزی کلی طور پر آپ کے اختیار میں ہے، اس حقیقت کو سمجھنے کے باوجود ہمارے دل پر اتنے زیادہ غم ہیں کہ جن کا کوئی شمار نہیں۔ بس یہ خیال آتے ہی دنیاوی مصروفیات سے آپ نے ہاتھ موڑ لیا اور راہِ حق پر چل پڑے۔ اس کے بعد تاعمر کبھی بھی آپ نے روزی کا غم نہ کھایا۔ اور بڑے فخر کے ساتھ حقیقت کا اعتراف کرتے کہ میں تو ایک غلام کا شاگرد ہوں اور میں نے جو کچھ بھی پایا ہے اسی سے پایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں حقیقی فہم وبصیرت عطا فرمائے۔ ہمارے احساس کو جلا بخشے۔ اپنے اولوالعزم اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور دارین میں ہم سبھوں کو حقیقی صحت وسلامتی اور سرفرازی وسعادت مندی کی نعمتوں سے بھر پور حصہ عطا کرے۔ امین ثم آمین بحرمت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

(ماخوذ: از "صحابہ کرام اور عشق حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے" مولفہ علی اصغر چودھری، مطبوعہ فرید بک ڈپو، نئی دہلی، صفحات ۸۱ تا ۸۲)

اسلام کے نزدیک سب برابر ہیں

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَۃً وَّأَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْـئَتُہٗ فَأُوْلٰـئِکَ أَصْحَابُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ. (البقرہ۸۱)

ترجمہ: ہاں (ہمارا قانون یہ ہے) جس نے جان کر برائی کی اور گھیر لیا اس کو اس کی خطا نے، تو وہی دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جبلہ ابن اہم غسانی جو کہ ملوک غسان میں سے تھا مسلمان ہوا موسم حج میں خانہ کعبہ کا طواف کرر ہا تھا ایک دوسرا غریب آدمی بھی ساتھ ساتھ طواف کرتا تھا اتفاق سے اس غریب آدمی کے پاؤں تلے اس کی ازار کا کنارہ دب گیا جبلہ جب آگے بڑھا تو اس کی لنگی کھل گئی اور برہنہ رہ گیا چوں کہ وہ اپنے کو بہت بڑا آدمی سمجھتا تھا اور یہ دوسرا شخص نہایت غریب آدمی تھا لہٰذا اس کو بہت غصہ آیا اور اس نے ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ اس بیچارہ کا دانت ٹوٹ گیا وہ شخص اس حالت کو لئے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ امیر المومنین جبلہ نے میرا دانت توڑ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جبلہ کو ہمارے پاس بلاؤ۔ صاحب غور کیجئے یہ امتحان کا مقام ہے کہ ایک بادشاہ کو ایک غریب آدمی کے معاملہ میں پکڑ کر بلایا جاتا ہے۔ چنانچہ جبلہ کو لایا گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واقعہ دریافت فرما کر اس غریب شخص کو اجازت دی کہ جبلہ سے اپنا بدلہ لے لے۔ جبلہ نے جب یہ سنا تو طیش میں آکر یہ کہا کہ امیر المومنین مجھ کو اور ایک معمولی غریب آدمی کو کس چیز نے برابر کر دیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسلام نے، اور اسلام میں امیر غریب سب برابر ہیں تم نے اس کا دانت توڑا تمہارا دانت ضرور توڑا جائے گا۔ دیکھئے یہ ہے اخوت اسلامی۔ اور آج امراء رؤساء کا عالم ہی اس عالم سے نرالا ہے غرباء کو وہ گویا انسانیت ہی سے خارج سمجھتے ہیں۔ غرض یہ تو حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کا امتحان تھا جس میں پورے اتر گئے، جبلہ کا امتحان ہے دیکھیں کیا سمجھ کر ایمان لایا ہے، آیا کوئی دنیاوی غرض عز وجاہ کی ہے کہ مسلمان ذی عزت ہوتے چلے جارہے ہیں ان کے ہم رنگ ہو جائیں گے تو ہم کو عزت نصیب ہوگی یا کہ محض طلب آخرت کے لئے ایمان لایا ہے، چنانچہ جبلہ کا امتحان ہوا اور وہ اس امتحان میں ناکام ثابت ہوا یعنی اس نے کہا کہ اچھا مجھے ایک دن کی مہلت مل سکتی ہے؟ حضرت عمر نے فرمایا کہ مل سکتی ہے اگر یہ شخص مہلت دے صاحب حق سے پوچھا گیا وہ بیچارہ اس قدر نیک دل تھا کہ اس نے اجازت دیدی جبلہ موقع پاکر رات کو اٹھ بھاگا اور رومیوں سے جاملا اور بدستور سابق نصرانی ہوگیا۔ دیکھئے اس کو طلب صادق اور محبت واقعی دین سے نہ تھی کہ ذرا وہمی ذلت کے خوف سے دین چھوڑ دیا جس کا نتیجہ ابدالآباد کی ذلت ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جبلہ اپنے اس واقعہ پر ہمیشہ افسوس کیا کرتا تھا اور کہتا تھا اے کاش! میں اسلام پر قائم رہ جاتا لیکن اس کے مقدر میں اللہ تعالیٰ نے ارتداد لکھا تھا اس لئے کہ ایمان اور تکبر ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔

علم اور معرفت دو الگ شئے ہیں

سید قطب شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم اور معرفت دو الگ الگ شئی ہیں، ایک طرف ہمیں حقائق کا فہم ہو اور دوسری طرف حقائق کا ادراک تو پہلے کو علم اور دوسرے کو معرفت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

علم کی منزل میں ہمارا سابقہ مجرد الفاظ ومعانی یا جزوی تجربات ونتائج سے رہتا ہے جب کہ معرفت کی منزل پہ پہنچ کر ہمیں زندگی کے زندہ تقاضوں اور کلی حقائق کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ علم ہمیں آفاق کی خبریں فراہم کرتا ہے جو ہماری یادداشت کے خانوں میں محفوظ ہوتی جاتی ہیں جب کہ معرفت ہمارے اندر سے حقائق آشکارا کرتی ہے، جس کی روشنی ہماری نبض حیات کے ساتھ تیز تر ہوتی جاتی ہے۔

علم کے باب میں (Coloms) اور عناوین کی تقسیم ہوتی ہے۔
(۱) سائنس کا کالم الگ اور پھر اس کے مختلف ذیلی عناوین۔
(۲) دین کا کالم الگ اور اسکے متعدد شعبوں کے اعتبار سے مختلف ذیلی عناوین۔
(۳) صنعت وفن کا کالم الگ اور پھر اس کے منہج ونظریات کی وضاحت میں مختلف ذیلی عناوین۔

جب کہ معرفت کے باب میں آپ کو صرف ایک ہی طاقت کام کرتی نظر آئے گی۔ جس کا تعلق کائنات کی عظیم قدرت سے ہوتا ہے۔ جہاں بظاہر ایک چھوٹی سی آبجو رواں ہوتی ہے لیکن اپنا رشتہ بحر بے کراں سے رکھتی ہے۔

علوم ومعارف کی وحدت میں قائدین کا کردار

آج انسانی علوم وفنون کے ہر میدان میں ہمیں متخصصین کی سخت ضرورت ہے جو اپنے اپنے شعبوں میں امام وقطب نما کی حیثیت رکھتے ہوں اور جو اپنا سرمایہ حیات اپنے خاص میدان کے لئے وقف کرنے کو تیار ہوں۔ نہ صرف جذبۂ قربانی لے کر بلکہ پوری آمادگی وسرشاری کے ساتھ۔ اس عابد شب زندہ دار کی طرح، جو خوشی خوشی اپنا وجود اپنے معبود پہ قربان کردینے کا حوصلہ رکھتا ہو۔

لیکن ہمیں یہ بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ یہ ماہر فن یگانہ روزگار شخصیات اس کی صلاحیت ہرگز نہیں رکھتیں کہ وہ کار رہبری بھی انجام دے سکیں۔ اس لئے کہ رہبر تو ہمیشہ وہ عالی ترین روحانی ملکات کے حامل افراد ہی ہوا کرتے ہیں۔ جن کے سینوں میں وہ مقدس ایمانی شعلہ فروزاں ہوتا ہے، جس کی گرمی سے معرفت کا ذرہ ذرہ تابدار اور جس کی ضوفشانی سے شاہراہ حیات کا ہر گوشہ آبدار بن جاتا ہے اور جو بیک وقت تمام تر جزئیات وعنوانات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ایک مقصد بلند کی طرف تیز گام وچست خرام بھی رہتے ہیں۔

یہی وہ قائدین ہوتے ہیں جو اپنی نگاہ بصیرت سیاست وحدت کو پا لیتے ہیں، جو علم وفن اور عقیدہ وعمل کے متعدد کینوس پر جلوہ نما ہوتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھران کے نزدیک ہر چیز کو اس کا جائز مقام ملتا ہے، نہ کسی کی بیجا تحقیر ہوتی ہے اور نہ ہی کسی کی حد سے بڑھ کر توقیر۔ وہیں کچھ کم نظر و بے بصرا یسے بھی ہوتے ہیں، جو اپنے کور بینی سے یہ باور کراتے ہیں کہ بظاہران الگ نظر آنے والی طاقتوں میں بعدالمشرقین ہے اسی لئے ان کے یہاں علم ودین کے درمیان نزاعی معرکے گرم رہتے ہیں۔

اور وہ فنون وصنعت کو محض ہنر کا نام دے کر اور خودی کی طاقت کو تصوف جامد ٹھہرا کر حقیر جانتے وگردانتے ہیں جب کہ یہ دلیل کم نظری ہے کہ وہ ایک ہی چشمہ حیواں سے ابلنے والی طاقتوں اور بلند ہونے والے فواروں کو جدا جدا جانتے ہیں۔

اس کے بالمقابل جو قائدین عظیم ہوتے ہیں ان کی نظر حقیقت شناس اس وحدت کو جان لیتی ہے جو ان کے پیچھے کارفرما ہوتی ہے اور یہی وہ امتیاز ہے جس میں ان کے کارہائے نمایاں کا راز پنہا ہوتا ہے۔ (علامہ اقبالؒ نے کہا)

یہ آبجو کی روانی یہ ہمکناریٔ خاک
میری نگاہ میں ناخواب ہے یہ نظارہ
ادھر نہ دیکھ، ادھر دیکھ اے جوان عزیز
بلند زورِ دوں سے ہوا ہے فوارہ

ایسے لعل وجواہر تاریخ انسانی کی کوکھ سے کبھی کبھی ہی جنم لیتے ہیں لیکن ان کے دم اور نفس گرم سے ایک عالم سیراب اور نخل تمنا شاداب ہو جاتا ہے بس جو طاقتور ذات اس کائنات کی حقیقی نگراں ہے وہی انہیں تراشتی ہے اور جب ضرورت پڑتی ہے انہیں عالم امکان کی طرف بھیج دیتی ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

(ماخوذ سوانح سید قطب شہیدؒ)

پیر بنانا لازمی نہیں

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِىَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.

اور جو مضبوطی سے پکڑتا ہے اللہ (کے دامن) کو تو ضرور پہونچایا جاتا ہے اسے سیدھی راہ تک۔ (سورہ آل عمران ۱۰۱)

مشائخ کے تجارب فرض یا وجوب کی حیثیت نہیں رکھتے لیکن استحسان کا درجہ یقینی ہے۔ اس طرح اگر کوئی شخص تدین بطریق تصوف جس میں تقرب بالفرائض اور نوافل کی سہولت اور آسانی ہے، اختیار کرے تو قابل اعتراض نہیں۔ سلفاً عن سلفٍ یہ طریق رائج رہا اور با کمال متبعین سنت کا ہر دور میں اثر رہا، انکار کی گنجائش نہیں۔ یہ ضرور ہے کہ تصوف صور نوعیہ کا مقتضاء نہیں بلکہ صور شخصیہ کا تقاضہ ہے۔ اسی بنا پر شریعت نوع انسانی کے لئے فرض ہے، مگر طریقت مستحسن ہے۔ صور شخصیہ کے لئے جن کو کرید اور تجسس بیداری، دور فہمی، کمالات اور تقرب حاصل کرنے کیلئے بے چین کیئے رہتی ہے ان اشغال کا کسی تجربہ کار با عمل سے لینا اور سیکھنا ضروری ہے۔

شیخ الطریقت حافظ حامد حسن صاحب علوی کوٹریا پار میں ماسٹر عیسیٰ صاحب کی لڑکی کی شادی میں شریک ہوئے۔ اثنائے گفتگو من لیس لہ شیخ فشیخہ الشیطان۔ کا مفہوم حاضرین سے پوچھا۔ اس قول کے ظاہری معنی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کے لئے شیخ ضروری ہے جس سے بعض لوگ پیری مریدی کو ضروری اور لازمی ثابت کرتے ہیں۔ حضرت مرشدنا رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ پیر بنانا لازمی نہیں بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر طریقت کے انداز پر کوئی شغل کرتا ہے تو کسی کی اجازت

سے کرنا چاہئے۔ جو تجربہ اور عمل کی بناپر نورانیت حاصل کئے ہوئے ہو اور صاحب مجاز ہو، ورنہ بلا اجازت تجارب مشائخ کو کرنا، پریشانی کا باعث ہوتا ہے اور اکثر ان کی اصطلاح میں رجعت ہوجاتا ہے یعنی الٹا اثر ہوتا ہے۔ اس طرح پر اس مقولہ کا مفہوم یہ ہوا کہ جو شخص طریقت کے اشغال کی خواہش رکھتا ہے وہ کسی صاحب مجاز کی طرف رجوع کرے۔ ماثورہ اوراد پر جن کے لئے ہر امتی کو رسول اللہ ﷺ کی اجازت بناپر نورانیت حاصل ہے ان پر شیطان کے اثر کا کوئی شبہہ نہیں، ماثورہ عدد کا لحاظ ضروری ہے۔

خلاصہ یہ کہ ابراری انداز پر جو اوراد وظائف پڑھے جائیں اور وہ کسی سلسلہ کے نہ ہوں، ماثورہ ہوں، اجازت کی ضرورت نہیں۔ امتی ہونا کافی ہے۔ لیکن تجارب مشائخ کی انجام دہی کے لئے ضروری ہے کہ کسی شیخ سے اجازت ہو اور اسکی صحبت۔ شریعت ایک بے خطر وسیع شاہراہ ہے جس پر کوئی خطرہ نہیں۔ کوئی رہرو آج تک اس راہ میں بھٹکا نہیں۔ لیکن طریقت کی راہوں میں پیچیدگیاں ضرور ہیں کہ:

بدریا در منافع بے شمار است

یعنی دریا میں نفع بے حساب ہے۔

اس لئے موتی کے متلاشی کو غوطہ خور اور تہہ رس کی مصاحبت اور اس کی تعلیم ضروری ہے ورنہ دام ہر موج میں ہے حلقہ صد کام نہنگ (دریا کی) ہر لہر میں ننگے مگرمچھ کے شکار کے سو پھندے (Traps) ہیں۔

(ماخوذ از سوانح حیات شیخ الطریقت الحاج الحافظ حامد حسن علویؒ باب چہارم، دعوت و تبلیغ منگراوہ اعظم گڈھ)

☆☆☆

قطعہ

از دیوان مولانا جلال الدین رومیؒ

زخلقِ احمد مختار مستم — احمد مختار ﷺ کے خلق عظیم سے مست ہوں

زہرے حیدر کترار مستم — (اور) علی حیدر کرار کرم اللہ وجہ کی محبت سے مست ہوں

نسیمے یافتم از صبح توفیق — توفیق ازل سمجھے نسیم سحر (صبح کی ٹھنڈی اور فرحت بخش ہوا) حاصل ہو

زطیب روضۂ اشجار مستم — (اور) روضۂ اطہر کے درختوں کی خوشبو سے مست ہوں

چومن مستم زمے ھائے الٰھی — مجھے مست دیکھ کر لوگ کہتے ہوں گے کہ شراب سے مست ہے

نہ از مے ھا کہ از دیدار مستم — (حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ) میں شربت دیدار سے مست ہوں

زمشک وعود وعنبر گشتہ فارغ — مشک، عود اور عنبر کی مجازی خوشبو سے فارغ اور بے نیاز ہوں

زبوئے طرۂ دلدار مستم	(اور) محبوب کی زلفوں کی مست کن خوشبو سے مست ہوں
سحر گہ ہاتفے در دار پیغام	صبح سویرے جو ہاتف غیبی نے مجھے (میرے محبوب کا) پیغام دیا
ازاں بوئے خوشِ آں یار مستم	اس کے بعد سے اپنے محبوب کی اسی خوشبو سے مست ہوں
بیا اے زاھد شوریدہ احوال	اے حال پریشاں رکھنے والے نام نہاد عبدات گزار آ
کہ من از عطر آں خمّار مستم	(اور دیکھ کہ) میں اس (معرفت کی) شراب بیچنے والے (محبوب حقیقی) کی خوشبو سے مست ہوں
تو از اسلام مے لافی و طاعت	اے زاہد (اے بظاہر عبادت گزار نظر آنے والے شخص) تو اپنی مسلمانیت اور اپنے زہد وتقویٰ پر نازاں ہے
من از احسانِ آں غفّار مستم	(جب کہ) میں تو اس غفار کے لطف وکرم سے مست ہوں
چو منصورم درین انوار توحید	انوار توحید سے (انوار توحید کی شدت وکثرت سے میں بھی منصور حلاج کی مانند
انا الحق گفتم و بردار مستم	انا الحق کہتا ہوں (اور بطور سزا کے) تختہ دار پر چڑھ کر مست ہوں
من ازیک تار زلفش بوئے بردم	میں تو محبوب حقیقی کی زلف کے ایک بال سے خوشبو حاصل کر کے مست ہو گیا ہوں

کہ از بوئے خوش تاتار مستم	اس لئے کہ بس یہی (بے مثال) خوشبو مجھ (سوختہ جاں عاشق کو مست خرام رکھنے کے لئے کافی ہے
نسیمے یافتم از شمس تبریز	مجھے (مردِ کامل) شمس تبریزؒ کے وسیلے سے یہ خوشبو حاصل ہوئی ہے
کہ من زاں سالک اسرار مستم	اس لئے کہ اس سالکِ پر اسرار کے فیض وجود سے میں مست ہو گیا ہوں
خمش گردم نخواھم گفت دیگر	اب میں خاموشی اختیار کرتا ہوں اور مزید گفتگو سے احترام کرتا ہوں
کہ در انوار ودر اطوار مستم	کیوں کہ میں محبوب حقیقی کے انوار واطوار سے مست ہوں

(اگر آخری مصرعہ کو حضرت شمس تبریزی کی منقبت میں سمجھا جائے جیسا کہ شعر دس میں گزرا ہے تو ترجمہ یوں ہوگا: ”کیوں کہ میں مرشد کامل کے جمال انوار اور حسن اطوار سے مست ہوں“۔

ایسا لگتا ہے کہ عالی مرتبت شاعر نے آخری دو اشعار اپنے شیخ کامل حضرت شمس تبریزی کی مدحت ومنقبت میں کہے ہیں۔

عارفانہ اقوال حضرت ذوالنون مصریؒ

وَ مَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔

اور جو شخص اللہ پر ایمان لے آئے اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ (سورۃ التغابن)

● بہت بڑا پردہ نفس کی آنکھوں کا پردہ ہے کہ منہیات پر نظر نہ کرسکے۔

● حکمت اس معدے میں کہ کھانے سے پر ہو قرار نہیں پکڑتی ہے۔
● استغفار کرنا اور گناہوں سے باز نہ رہنا جھوٹوں کی توبہ ہے۔
● بہت خوش حال ہے وہ شخص جس کے دل کا لباس پرہیزگاری ہے۔
● جسم کی تندرستی کم کھانے میں ہے اور روح کی تندرستی کم گناہ کرنے میں ہے۔
● جو شخص مصیبت میں مبتلا ہو اور صبر کرے تعجب نہیں آتا بلکہ تعجب تو ایسے شخص پر آتا ہے کہ کسی بلا میں مبتلا ہو کر بلا پر راضی رہے۔
● جب تک آدمی خدا سے ڈرتے رہیں گے کام کے رہیں گے اور جب کہ اس کا خوف ان کے دل سے نکل جائے گا گمراہ ہو جائیں گے۔
● اگر تجھ کو لوگوں کی محبت ہے تو آرزو مت رکھ کہ کبھی بھی تجھے خدا سے محبت ہوگی۔
● میں نے کوئی چیز خلوت سے بڑھ کر اخلاص تک پہنچانے والی نہیں دیکھی۔ اس لئے کہ جو خلوت اختیار کرتا ہے خدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا۔
● صوفی وہ ہے کہ جب کچھ کہے تو اس کی گفتگو اس کے حال کی حقیقت ہو یعنی ایسی بات نہ کہے کہ اس میں موجود نہ ہو اور جب چپ رہے تو اس کا معاملہ اس کا حال بیان کرنے والا ہو۔
● اگر زندگی ہے (اگر زندگی میں فرصت کے اوقات ہیں) تو ایسے مردوں کی صحبت میں رہے کہ جن کے دل پرہیزگاری سے زندہ ہیں اور ان کی خوشی ذکر مولیٰ ہے۔
● خدا تعالیٰ کے ساتھ موافقت سے رہ اور خلق کے ساتھ نصیحت سے رہ اور نفس کے ساتھ مخالفت سے رہ۔
● میں نے کوئی طبیب نادان ایسا نہیں دیکھا کہ جو مستوں کا مستی کے وقت میں معالجہ کرتا ہے یعنی جو شخص ایسے آدمی کو جو دنیا کی ہوس کے نشہ میں بے ہوش ہے نصیحت کرتا ہے بے فائدہ کام کرتا ہے۔

● مست کی دوا نہیں مگر یہ کہ جب ہوشیار ہو جاوے توبہ سے اس کی دوا کریں۔

● خدا تعالیٰ اپنے جس بندے کو عزیز کرتا ہے اس کے نفس کی خواری اس کو دکھاتا ہے اور جس کو ذلیل کرتا ہے اس کے نفس کی خواری اس سے چھپاتا ہے تا کہ اپنے نفس کی ذلت کو نہ دیکھے۔

● عارف ہر گھڑی خوف زدہ رہتا ہے اسلئے کہ اس کو ہمہ وقت قرب حق حاصل ہے۔ لوگوں نے پوچھا عارف کون ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایسا شخص ہوتا ہے کہ مخلوق کے درمیان رہتا ہے اور پھر ان سے جدا رہتا ہے۔ (انوار الاذکیاء ترجمہ تذکرۃ الاولیاء)

تجارب صوفیائے کرام

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ۔

بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ان کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ (سورہ تین ۶)

شیخ حسام الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ حسام الدین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ماں باپ کا مرتبہ نہایت بلند ہے۔ اگر کوئی مصیبت میں گرفتار ہو تو وہ اپنے ماں باپ کی قبر پر جا کر دعاء مانگے تو اللہ تعالیٰ ان کی مشکل آسان کر دیتا ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ نفس کافر ہے اور حسب ذیل باتوں کے سوا نہیں مرتا:

(۱) اللہ کی مدد (۲) خاموشی (۳) بھوک (۴) تنہائی (۵) خلق کے میل جول کو ترک کرنا (۶) ہر وقت خلوت میں اللہ کو یاد کرنا

(حوالہ: صفحات: ۳۶۷-۳۶۸ مدینۃ الاولیاء مولفہ (مورخ لاہور محمد دین کلیم قادری ناشر اسلامک فاؤنڈیشن لاہور)

علامہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو کلام پاک حفظ نہ تھا۔ اس بات سے بہت فکر

مندر ہتے تھے۔حتی کہ ایک رات اسی پریشان میں سوگئے،خواب میں اپنے مرشد خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا، انہوں نے پوچھا: کیا بات ہے بہت پریشان دکھائی دیتے ہو۔خواجہ ابو یوسف نے کہا: اس کا باعث کلام پاک ہے، جو یاد نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا: ۱۰۰ مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھو،اس کی برکت سے کلام اللہ تمہارے سینے میں محفوظ ہوجائے گا۔جب خواجہ ابو یوسف چشتی بیدار ہوئے تو اپنے شیخ کی ہدایت پرعمل کیا،نتیجہ کے طور پر اللہ کے فضل وکرم سے کلام اللہ ان کے سینے میں محفوظ ہوگیا۔
(حوالہ:صفحہ ۱۳۱،سیر الاولیاء مولفہ سید محمد بن مبارک کرمانی الملقب بہ میر خورد یا امیر خورد مرید حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ)

دانت کا علاج

جو شخص عشاء کے وتر میں پہلی رکعت میں والتین ،دوسری میں کافرون اور تیسری میں اخلاص پڑھے گا اور اس کا عامل رہے گا کبھی دانت کے مرض میں مبتلا نہ ہوگا۔

بواسیر کا علاج

جو شخص فجر کی سنتوں میں پہلی رکعت میں الم نشرح اور دوسری میں اخلاص پابندی سے پڑھے گا اس کو بواسیر کا مرض تکلیف نہ دے گا۔(حوالہ:نسخہ جات (۳)+(۴) خواجہ محمد عبدالخالق نقشبندی مجددی والئی کوٹ واقع پنجاب متوفی ۷رجون ۱۹۳۱ء سے منقول ہیں)

دماغ کا علاج

ایک بزرگ کے سر میں دوخہ (بیماری جسے خلل دماغ کہتے ہیں) پیدا ہوگیا۔ انہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر اپنا مرض بیان کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خرفہ،سونٹھ،لونگ، بالچھڑ اور جائے پھل ہر ایک سے آدھا درم اور کلونجی 2 /درم لے اور سب کو ملا کر پیس لے اور تھوڑے پانی میں جوش دے، جب خوب پک جائے تو شہد ڈال کر قوام بنالے، پھر اس میں تھوڑا لیمون نچوڑ کر پی لے۔ ان بزرگ نے ایسا ہی کر کے استعمال کیا اور شفا پائی۔(خیر المونس جلد دوم،ص:۲۲۸)

آنکھ کا علاج

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مری آنکھ میں سفیدی پڑ گئی تھی۔ میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت کی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شہد میں مشک ملا کر آنکھ میں سرمہ کی طرح لگا۔ (خیر المونس، جلد دوم، ص:۲۳۷)

(نوٹ: نسخہ جات (۴) تا (۶) سیرت النبی ﷺ بعد از وصال النبی ﷺ حصہ اول مولفہ محمد عبدالمجید صدیقی ایڈوکیٹ، صفحات: ۳۳۰، اور ۱۹۸، پر مذکور ہیں)

(تجارب صوفیاء سے متعلق مخصوص نسخہ جات کے استعمال کیلئے مرشد کامل کی اجازت ورہنمائی ضروری ہے)۔

بندوں پر انعامات الٰہی

وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ (سورہ ابراہیم ۳۴) ''اور اگر تم گننا چاہو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تو تم ان کا شمار نہیں کر سکتے۔

● اسرائیل نام ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کا، اس کے معنی ہیں عبداللہ۔

● حضرت عبداللہ ابن عباس ایک مرتبہ سفر میں تھے، بیٹے کی وفات کی خبر دی گئی تو سواری سے اترے اور دو رکعت نماز پڑھی اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور یہ فرمایا کہ ہم نے ویسے ہی کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (اخرجہ سعید بن منصور وابن المنذر والحاکم وغیرہم)

شکر ادا کرنا

● بارگاہ خداوندی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار تو نے بے شمار نعمتیں مجھ کو عطا فرمائیں اور ان پر شکر کا حکم دیا۔ تیری نعمتوں کا شکر خود ایک عظیم الشان نعمت ہے پھر کس طرح شکر کروں، اللہ جل شانہ کی طرف سے ارشاد ہوا

کہ اے موسیٰ! بندہ کا یہ سمجھ لینا کہ جو نعمت بھی ہے وہ میری ہی طرف سے ہے۔ یہی بس اس کے لئے کافی ہے۔ (خازن)

شہید کے درجات بلند

● شہید اگرچہ ظاہراً مر گیا لیکن اسکی موت عام لوگوں کی موت نہیں۔ مرنے کے بعد انسان کی ترقی رک جاتی ہے اسلئے کہ روح کی ترقی کا ذریعہ بدن ہے۔ جب روح کا بدن سے تعلق ختم ہوا تو ترقی مراتب بھی ختم ہو گئے مگر شہید کی ترقی برابر جاری رہتی ہے۔ جس عمل سے اس نے جان دی ہے اسکا اجر برابر جاری رہتا ہے گویا کہ اب بھی وہ عمل کر رہا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی کر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر مجاہد فی سبیل اللہ کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

شطرنج کھیل اور انسان کا چہرہ

● کسی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ شطرنج بھی عجیب کھیل ہے کہ باوجود مختصر سا طول وعرض ہونے کے ہزار مرتبہ بھی کھیلا جائے تو ایک بازی دوسری بازی کے موافق نہ پڑے گی تو جواب میں فرمایا کہ انسان کا چہرہ اس سے بھی عجیب ہے کہ باوجود آنکھ اور ابرو اور کان اور زبان وغیرہ کبھی اپنی معین جگہ سے سرمو تجاوز نہیں کرتے مگر اس کے باوجود ہر فرد و بشر ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہے۔ خداوند ذوالجلال کی اس تقدیر اور تدبیر بے نظیر سے کارخانۂ عالم چل رہا ہے ورنہ اگر سب ہم شکل ہوتے تو باپ بیٹے کو بھائی بھائی کو نہ پہچانتا۔ (تفسیر کبیر)

چالیس کا عدد کیوں خاص؟

● اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چالیس رات کا وعدہ کیا۔
"وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ

ظٰلِمُوْنَ" تیس راتیں ذی قعدہ کی اور دس راتیں ذالحجہ کی، رات کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ رات کی عبادت میں مجاہدہ زیادہ ہے۔ رہا یہ امر کہ چالیس کا عدد کیوں خاص کیا گیا سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اعداد کے مختلف مرتبے ہیں۔

آحاد (اکائیاں) عشرات (دہائیاں) مات (سیکڑے) اُلوف (ہزار) جن سے دس کا عدد فی حد ذاتہ فی نفسہ کامل اور مکمل ہے جیسا کہ حق جل شانہ کا ارشاد ہے: تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ (یہ دس کامل ہیں) بس جس چیز کی خاص طور پر تکمیل مقصود ہوتی ہے تو اس عدد یعنی دس کو چار گناہ کر لیا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کا خمیر چالیس دس تک کیا گیا اور حدیث میں ہے کہ بطن مادر میں چالیس روز تک لطفہ رہتا ہے، پھر چالیس روز تک علقہ (خون بستہ) پھر چالیس روز تک مضغہ (یعنی پارۂ گوشت) اس کے بعد روح پھونکی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عدد کو عروج اور ترقی سے کوئی خاص مناسبت ہے۔ پس جس طرح جسمانی عروج اور ترقی کے لئے چالیس کا عدد منتخب ہوا اسی طرح حق جل شانہ نے اپنی اس قدیم سنت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باطنی اور روحانی عروج اور ترقی کیلئے چالیس کا عدد خاص فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء

● سُنَّۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا۔

(جس زمانے میں بنی اسرائیل وادی تیہ میں حیران و پریشان پھر رہے تھے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء سے ایک سفید ابر سایہ کے لئے بھیجا گیا تا کہ دھوپ کی تکلیف نہ ہو اور کھانے کے لئے من وسلویٰ نازل کیا گیا اور ایک نور کا ستون عطا کیا گیا جو اندھیری رات میں چاند کا کام دیتا تھا۔

غزوۂ بدر میں فرشتوں کا نزول

● وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى.

قتادہ سے منقول ہے کہ غمام اس ابر کو کہتے ہیں جو سفید ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ ابر نہایت ٹھنڈا اور پاکیزہ تھا ویسا ابر نہ تھا جو لوگوں میں معروف ہے بلکہ وہ اس قسم کا ابر تھا کہ جس میں غزوۂ بدر کے دن فرشتے نازل ہوئے اور جس میں قیامت کے دن ملائکہ اور حق جل شانہ نزول اجلال فرمائیں گے۔ ابر دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ جو نجارات یا دھواں وغیرہ کے انجماد سے ظاہر ہو دوسرا وہ جو عالم غیب اور عالم مثال سے بغیر کسی سبب ظاہری کے ظہور میں آئے۔

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا مقامِ عالی

وَ اللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔اور اللہ خاص فرما لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا فضل فرمانے والا ہے۔ (سورہ آل عمران ۱۰۵)

خواجہ بزرگ کی سیر وسوانح کے ضمن میں ہمارے معلومات اور موجود مآخذوں میں سیر الاولیاء وہ قدیم ترین کتاب ہے جس میں خواجۂ بزرگ کا تذکرہ اور کچھ ملفوظات درج ہیں جن کا دوسرے تذکرہ نگاروں کے یہاں بھی اعادہ ہوا ہے لیکن بقول صاحب نقد ملفوظات (صفحہ:۲۰) مولف سیر الاولیاء امیر خورد کرمانی نے سب سے اہم بات جو لکھی ہے وہ یہ کہ:

''آپ کی کرامات اور علوئے درجات کے ثبوت میں اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے کہ خواجۂ بزرگ کے سلسلے سے وابستہ ہونے والے ایسے عظیم المرتبت انسان ہوئے ہیں اور انہوں نے بندگان خدا کی ایسی دست گیری کی ہے اور انہیں

دنیا کے مکر وفریب سے بچایا ہے کہ تا قیام قیامت ان کی عظمت کا غلغلہ فلک وملک کے کانوں میں گونجتا رہے گا اور ان سے محبت کرنے والی مخلوق کو اس محبت کے طفیل، مقعد صدق میں جگہ ملتی رہے گی"۔

پھر مولف کہتا ہے کہ: "اس آفتاب اہل یقین نے ہندوستان کو نور اسلام سے ایسا منور کر دیا ہے کہ آپ کی تعلیم وتبلیغ کی بدولت جو لوگ مسلمان ہوئے ان کی اولاد میں جب تک سلسلہ ایمان واسلام کا جاری رہے گا، اس کا اجر وثواب آپ کی بارگاہ باجاہ میں پہنچتا رہے گا"۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خواجۂ بزرگ کی حیاتِ ظاہری کے زمانے میں ہزاروں انسان بیعت ارادت سے مشرف اور سعادت اندوز ہوئے اور آپ کی تعلیم وتبلیغ سے لاکھوں انسان حلقہ بگوش اسلام ہوئے، آپ کے وصال کو صدیاں گزر جانے کے بعد بھی ہر زمانہ میں لاکھوں انسانوں کو فیض پہنچا اور آج بھی اس طرح جاری ہے۔

گیا دورِ حکومت اب تو حکمت کی ہی ہے باری
جہاں میں ہر طرف علم وہنر کی ہے علمداری

(حالؔی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ. ہاں جس نے بھی جھکا دیا اپنے آپ کو اللہ کے لئے اور وہ مخلص بھی ہو تو اس کے لئے اس کا اجر ہے اپنے رب کے پاس انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ (سورۃ البقرہ ۱۱۲)

حضرت شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم بن شیخ وجیہ الدین۔نسباً فاروقی تھے۔ اپنی تصنیف "انفاس العارفین" میں آپ نے "اجزاء الطیف فی ترجمۃ العبد

الضعیف'' کے عنوان سے اپنے مختصر حالات لکھے ہیں۔آپ کے حالات اسی سے یہاں نقل کیے جا رہے ہیں۔

۴؍شوال بروز چہارشنبہ ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔آپ نے اپنی پیدائش کے وقت کو علم نجوم کے حوالے سے خود بیان فرمایا ہے اور لکھا ہے کہ یہ سال علوبین کے قرآن کا سال تھا۔آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والدین اور دیگر بزرگوں کو آپ کے بارے میں بشارتیں ہوئی۔ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بٹھائے گئے، سات سال کی عمر میں حضرت شاہ عبدالرحیم قدس سرہ نے آپ کو نماز کے لئے کھڑا کر دیا۔ اسی سال آپ نے کلام پاک ختم کیا اور عربی وفارسی کی۔ چودہ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی۔ پندرہ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ اسی عمر میں اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سے بیعت کر کے اشغال صوفیہ خصوصاً مشائخ نقشبند کے اشغال میں مصروف رہے۔فرماتے ہیں کہ ان کی توجہ اور تلقین سے بہرہ ور ہوتے ہوئے ان سے آداب طریقت کی تعلیم اور خرقۂ صوفیہ حاصل کر کے اپنے روحانی سلسلے کو درست کرلیا۔

اسی سال آپ نے بیضاوی کا کچھ حصہ پڑھا تو آپ کے والد ماجد نے ایک عام دعوت کا اہتمام کیا اور آپ کو درس کی اجازت عطا فرمائی۔آپ نے مکمل تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور جو کچھ ان سے پڑھا تھا اس کا ذکر کیا ہے۔

درسِ نظامی کی کتابیں

علم حدیث میں کتاب البیع سے کتاب الآداب تک کا حصہ چھوڑ کر باقی مکمل مشکوٰۃ پڑھی۔ بخاری کتاب الطہارت تک ۔شمائل ترمذی مکمل۔ تفسیر بیضاوی ومدارک کے کچھ حصے۔فقہ میں شرح وقایہ وہدایہ کا اکثر حصہ اصول فقہ میں حسامی اور توضیح تلویح کا کچھ حصہ۔ منطق میں شرح شمسیہ مکمل اور شرح مطالعہ کا کچھ حصہ۔کلام

میں شرح عقائد مکمل اور خیالی و شرح مواقف کے کچھ حصے۔ سلوک میں عوارف المعارف کا کچھ حصہ اور رسائل نقشبندیہ وغیرہ۔ حقائق میں شرح رباعیات مولانا جامی، لوائح مقدمہ شرح لمعات اور نقد النصوص۔ خواص اسماء وآیات میں والد ماجد کا خاص مجموعہ جس کی انہوں نے اجازت بھی دی۔ طب میں موجز القانون۔ حکمت میں شرح ہدایت الحکمت وغیرہ۔ نحو میں کافیہ اور اس پر شرح ملا۔ معانی میں مطول کا اکثر حصہ اور مختصر المعانی کا وہ حصہ جس پر ملا زادہ کا حاشیہ ہے اور ہندسہ وحساب میں بعض مختصر رسائل۔ حضرت شاہ عبدالرحیم نے آپ کو وفات سے پہلے بیعت وارشاد کی اجازت دی۔ والد ماجد کی وفات کے بعد بارہ سال تک دینی وعقلی کتابوں کی تدریس میں مشغول رہے اور رہر فن میں کمال کیا۔ والد ماجد کی قبر سے روحانی استفاضہ بھی کرتے رہے۔ خود فرماتے ہیں کہ جب میں والد ماجد کے مزار مبارک پر مراقبہ کرتا تو توحید کے مسائل حل ہو جاتے، جذب کا راستہ کھل جاتا، سلوک میں سے وافر حصہ میسر آتا اور وجدانی علوم کا ذہن میں ہجوم لگ جاتا۔

حرمین شریفین میں قیام اور اجازتِ خلافت

۱۱۴۳ھ میں سفر حج کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں تین سال رہ کر حرمین شریفین کے محدثین سے حدیث پڑھی۔ ان اساتذہ کا انفاس العارفین میں ذکر کیا ہے۔ آپ کے تمام اساتذہ صوفی مشرب تھے۔ ان سے آپ نے حدیث کی سند واجازت کے ساتھ طریقت کا خرقۂ جامعہ حاصل کیا۔ مدینہ منورہ کے قیام میں روضۂ انور آپ کا مرکز توجہ ہوتا تھا۔ وہاں سے جو کچھ افاقہ ہوا اور جو حالات و واردات گزرے ان سب کا ذکر آپ نے ”فیوض الحرمین“ میں کیا ہے۔ سفر حج کے لئے نکلے تو تمام مشائخ اور اہل اللہ کے مزارات پر فاتحہ پڑھتے ہوئے جہاز پر بیٹھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ کی عبقری شخصیت کے ہر گوشے مکمل ہیں۔ آپ کی تصنیفات علم و تحقیق کے نکات اور حقیقت و معرفت کے اسرار سے بھری ہیں۔ بعض کتابیں آپ کی طرف غلط بھی منسوب کر دی گئی ہیں۔ آپ کی حیات و خدمات پر اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ آپ کی شخصیت کے مختلف گوشوں پر الگ الگ تحقیق و ریسرچ کا کام ہوا ہے۔ لیکن تصوف و سلوک میں آپ کے افکار و خیالات اور خدمات پر توجہ نہیں دی گئی ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

آپ کے والد حضرت شاہ عبد الرحیم بڑے پائے کے صوفی تھے۔ وحدۃ الوجود کے قائل اور شیخ محی الدین ابن عربی کے بڑے معتقد تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ کا گھرانہ ذی علم صوفی گھرانہ تھا اور وہ خود بلند مرتبہ صوفی تھے۔ انفاس العارفین میں انہوں نے اپنے والد چچا اور اساتذہ کے ذکر میں ان کے عارفانہ اور صوفیانہ مضامین، کرامات و تصرفات کے واقعات جمع کئے ہیں۔ ''القو الجلی'' جو ان کے ملفوظات کا مستند مجموعہ ہے۔ حقائق و معارف میں ان کے ارشادات، ان کے مشرب و مسلک اور افکار و نظریات کو واضح کرتے ہیں۔ آپ طریقت میں نقشبندی تھے، دیگر سلسلوں کا فیض بھی حاصل تھا مگر نقشبندیت غالب تھی۔ آپ کی تصنیفات میں انفاس العارفین، فیوض الحرمین، الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، القول الجمیل فی بیان سواء السبیل اور آپ کے ملفوظات القول الجلی فی ذکر آثار الولی کی اشاعت کی طرف بالکل توجہ نہیں دی گئی۔ ایک عرصہ کے بعد انفاس العارفین کا اردو ترجمہ چھپا۔ اور القول الجلی جو آپ کے خلیفہ اور خسر زادے شیخ محمد عاشق پھلتی نے مرتب کی ہے۔ پہلی بار تکیہ شریف کاظمیہ کاکوروی سے ترجمہ ہو کر شائع ہوئی ہے۔ اس پر مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددکا وقیع مقدمہ ہے۔ انہوں نے القول الجلی کے اصل

مخطوطے کی عکسی طباعت بھی کرائی تھی تاکہ ترجمے میں جسے حذف وترمیم اور الحاق واضافے کا شبہ ہو وہ اصل متن سے موازنہ کرلے۔

حضور ﷺ کی روح پر فتوح میں نیاز

انفاس العارفین میں آپ نے اپنے والد اور چچا کے حالات میں ان کے کشف وکرامات اور تصرفات کے واقعات لکھے ہیں۔ اور عارفانہ اقوال جمع کئے ہیں جن پر اس زمانے کے علماء ظاہر اور مدعیان توحید خالص کو بہت اعتراضات ہوسکتے ہیں۔ لیکن خود شاہ ولی اللہ صاحب کو ان پر اعتراض نہیں ہے۔ مثلاً ایک بار آپ کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحمٰن قدس سرہ نے فرمایا کہ ''حضرت رسالت مآب ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری کے دنوں میں ایک مرتبہ خزانۂ غیب سے کچھ میسر نہ آسکا کہ کچھ طعام پکا کر آنحضرت ﷺ کی روح پر فتوح کی نیاز دلوا سکتا۔ لہٰذا تھوڑے سے بھنے ہوئے چنے اور قند پر اکتفا کرتے ہوئے میں نے آپ کیلئے ایصال ثواب کیا اس رات بہ چشم حقیقت دیکھا کہ انواع واقسام کے طعام آنحضرت ﷺ کی بارگاہ میں پیش کئے جارہے ہیں۔ اسی دوران وہ قند اور چنے بھی پیش کئے گئے۔ انتہائی خوشی ومسرت سے آپ نے وہ قبول فرمائے اور اپنی طرف لانے کا اشارہ فرمایا اور تھوڑا سا اس میں سے تناول فرما کر باقی اصحاب میں تقسیم فرمادیا۔

حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا مراقبہ

حضرت شاہ عبد الرحیم قدس سرہ نے ایک بار فرمایا کہ ایک دن عصر کے وقت میں مراقبے میں تھا کہ غیبات کی کیفیت طاری ہوگئی۔ میرے لئے اس وقت کو چالیس ہزار برس کے برابر وسیع کردیا گیا اور اس مدت میں ابتدائے تخلیق سے روز قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال وآثار کو مجھ پر ظاہر کردیا گیا۔ حضرت

شاہ ولی اللہ صاحب یہ واقعہ نقل کر کے لکھتے ہیں۔ راقم الحروف کا گمان ہے کہ آپ نے یہ کلمات بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ **لا الـٰـه الا الـلـه** کے حروف کا فاصلہ اتنے ہزار برس کا ہے۔

خاص تصنیف حجۃ اللہ البالغہ

آپ کی تصنیفات میں حجۃ اللہ البالغہ بہت معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ صاحب دعوت وعزیمت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ "شاہ صاحب کی سب سے معرکۃ الآرا کتاب اور علمی کارنامہ "حجۃ اللہ البالغہ" ہے جس میں دین ونظام شریعت کا ایسا مربوط، جامع اور مدلل نقشہ پیش کیا ہے جس میں ایمانیات، عبادات، معاملات، اخلاق، علم الاجتماع وتمدن، وسیاست واحسان کو ایک ایسے ربط وتعلق اور صحیح تناسب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ وہ ایک ہار کے موتی اور ایک زنجیر کی کڑیاں معلوم ہوتی ہیں اور ان میں اصول وفروع، مقاصد ووسائل اور دائمی وموقت کا فرق نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے پاتا۔ (صفحہ ۲۱۵، جلد: ۵)

تاریخ دعوت وعزیمت میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ۵۳ تصنیفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ تاریخ وفات ۱۱۷۶ھ ہے۔ عمر شریف ۶۲ سال ہوئی۔ مزار مبارک مہدیان میں حضرت شیخ عبد العزیز شکر بار چشتی دہلوی کے مقبرے کے احاطے میں ایک علیحدہ حصے میں ہے۔ اس میں آپ کے خانوادے کے متعدد علماء ومشائخ مدفون ہیں۔ قبروں کے اوپر ایک پختہ سائبان بنایا گیا ہے اور تمام قبریں پختہ ہیں۔

(تلخیص، صفحا: ۴۳۳ تا ۴۳۶، از سیرت پیر مجیبؒ، مولفہ ہلال احمد قادری پھلواروی)

صحابہ کرامؓ تابعین اور ائمہ ومجتہدین کی نظر میں علم کی اہمیت

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی: وَالَّذِيْنَ اُوْتُو الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ

ترجمہ: وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے بلند مقام والے ہیں۔

● حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کمیل رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا: کمیل! علم مال سے بہتر ہے، علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی، علم حاکم ہے اور مال محکوم ہے، مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے زیادہ ہوتا ہے۔

● حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: لوگو! اس سے پہلے کہ علم اٹھ جائے اسے حاصل کرلو، علم اٹھنا یہ ہے کہ اس کے روایت کرنے والے باقی نہ رہیں، خدا کی قسم جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوئے وہ قیامت کے روز جب علماء کے فضائل اور بلندی مرتبہ کا مشاہدہ کریں گے تو ان کی خواہش ہوگی کہ کاش وہ بھی عالم ہوتے اور جان لو کہ عالم ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ علم سیکھنے سے آتا ہے۔

● حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رات میں تھوڑی دیر علم کا تذکرہ کرنا میرے نزدیک تمام رات کی عبادت سے بہتر ہے۔

● ابوالاسود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم سے زیادہ کوئی چیز عزت والی نہیں ہے، بادشاہ لوگوں پر حکومت کرتے ہیں اور علماء بادشاہوں پر۔

● حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ کون لوگ صحیح معنی میں انسان ہیں؟ انہوں نے جواب دیا علما! اس نے پھر پوچھا بادشاہ کون ہیں؟ فرمایا زاہد، سائل نے پھر دریافت کیا کمینے کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا وہ لوگ جو اپنا دین بیچ کر کھاتے ہیں۔

علماء کو انسان قرار دیا

● عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے صرف علماء کو انسان قرار دیا کیوں کہ جو چیز انسان جانوروں سے ممتاز کرتی ہے وہ علم ہے، انسان اسی وقت انسان کہلانے کا مستحق ہے جب وہ چیز اس میں موجود ہو جس سے اس کا امتیاز قائم ہے، انسان کا امتیاز نہ تو جسمانی طاقت کی وجہ سے ہے اس لئے کہ اونٹ اس سے زیادہ طاقتور ہے،

نہ یہ امتیاز جسامت کے لحاظ سے ہے اس لئے کہ ہاتھی انسان کے مقابلہ میں درندے اس سے کہیں زیادہ بہادر اور شجاع ہوتے ہیں، زیادہ کھانا بھی انسان کے لئے شرافت کی علامت نہیں اس لئے کہ بیل انسان سے زیادہ کھاتا ہے، قوت جماع بھی وجہ شرف نہیں اس لئے کہ ننھی منی چڑیاں انسان سے زیادہ جماع کرلیتی ہیں، اس کا اشرف صرف علم ہے، بعض دانشوروں کا قول ہے کہ ہمیں کوئی یہ بتلادے کہ جس کو علم نہ ملا اسے کیا ملا اور جسے علم مل گیا اسے کیا نہیں ملا۔

● حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! علم کے لئے کمر بستہ ہوجاؤ، اللہ کے پاس ایک ردائے محبت ہے جو شخص علم کی طلب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ وہ چادر اسے اڑھا دیتا ہے، چنانچہ اگر وہ شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے رضا جوئی کرالیتا ہے۔

● امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں علم کی اہمیت یہ ہے کہ جس شخص کی طرف اس کا انتساب ہو خواہ کسی معمولی چیز ہی میں کیوں نہ ہو اس پر خوش ہو اور کسی بھی چیز میں اپنی ذات سے علم کی نفی پر رنجیدہ ہو۔

● بعض حکماء سے منقول ہے کہ جو شخص حکمت ودانائی کو اپنی لگام بناتا ہے لوگ اسے اپنا امام بنالیتے ہیں، جو شخص علم وحکمت میں مصروف ہوتا ہے لوگ اسے عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

● زبیر ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں عراق میں تھا، میرے والد نے مجھے لکھا، بیٹا علم حاصل کرو، اس لئے کہ مفلسی میں یہ تیرا مال ہوگا اور تونگری میں زینت۔

● حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں طالب علم تھا تو ذلیل تھا، اب لوگ میرے پاس علم سیکھنے کے لئے آنے لگے تو میں عزت والا ہوگیا۔

● عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص پر حیرت ہوتی ہے کہ جو علم حاصل نہ کرے، آخر اس کا نفس اسے نیک کام کی طرف کس طرح بلاتا ہے۔

● حضرت درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام رات کی عبادت سے بہتر یہ ہے کہ میں ایک مسئلہ سیکھ لوں، انہیں کا قول ہے کہ بھلائی میں صرف طالب علم اور عالم شریک ہیں، باقی لوگ ذلیل وخوار ہیں کہ انہیں خیر میسر نہیں۔

آپ ہی کی ایک نصیحت یہ ہے کہ عالم، طالب علم یا سامع میں سے کوئی منصب اختیار کرلو، ان کے علاوہ کچھ نہ بنو ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔

● حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ علم کی ایک مجلس لہو ولعب کی ستر مجلسوں کا کفارہ ہوتی ہے۔

● حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہزار شب گزار، روزہ دار، عبادت گزاروں کی موت اتنی افسوسناک نہیں جتنی ایک ایسے عالم کی موت جو حلال وحرام کے الٰہی احکام کا ماہر ہو۔

● امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم کا حاصل کرنا نفل نمازوں سے افضل ہے۔

● حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہے کہ جس شخص کی یہ رائے ہو کہ علم جہاد سے افضل نہیں وہ صائب الرائے اور صاحب عقل نہیں ہوسکتا۔

● بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ عسقلان تشریف لے گئے اور کچھ روز وہاں مقیم رہے، ان سے کسی نے کچھ نہ پوچھا، انہوں نے فرمایا میرے لئے کرایہ کی سواری لے آؤ تاکہ میں اس شہر سے نکل جاؤں کیونکہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شہر علم کا مدفن بنے گا۔

ایسا انہوں نے اس لئے کیا کہ وہ تعلیم کی اہمیت جانتے تھے ان کی خواہش تھی کہ شجر علم پھلتا پھولتا رہے۔

● حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سعید ابن المسیب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ رو رہے تھے، میں نے رونے کی وجہ دریافت کی، فرمانے لگے مجھ سے کوئی علم کے متعلق کچھ نہیں پوچھتا، اس لئے روتا ہوں۔

● امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: لَوْلاَ الْعُلَمَآءُ لَصَارَ النَّاسُ مِثْلُ الْبَهَائِمِ اَیْ اِنَّهُمْ بِالتَّعْلِیْمِ یُخْرِجُوْنَ النَّاسَ مِنْ حَدِّالْبَهِیْمَةِ اِلٰی حَدِّ الْاِنْسَانِیَةِ. (التعلیق الصبیح)

''اگر علماء نہ ہوتے تو لوگ جانوروں کی طرح ہو جاتے، مطلب یہ ہے کہ علماء تعلیم کے ذریعہ لوگوں کی بہیمت کی حد سے انسانیت کی حد کی طرف نکالتے ہیں''

● یحیٰی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علماء ماں باپ سے بھی زیادہ شفیق و مہربان ہیں، لوگوں نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا کہ ماں باپ تو لوگوں کو دنیا کی آگ سے بچاتے ہیں اور علماء آخرت کی آگ سے بچاتے ہیں۔

● ایک شخص نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا اے مالک رحمۃ اللہ علیہ! آپ طلب علم کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

فرمایا: طلب علم سے بہتر کیا مشغلہ ہوسکتا ہے؟ تم یہ دیکھا کرو کہ کون شخص صبح سے شام تک طلب علم میں مشغول ہے، اگر کوئی ایسا شخص مل جائے تو اس کا ساتھ نہ چھوڑو۔

● شیخ احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ ہر عزت جو علم کے علاوہ اور کسی وجہ سے حاصل ہوتی ہے وہ کبھی نہ کبھی ختم ہو جاتی ہے بلکہ بسا اوقات ذلت کی صورت میں تبدیل ہو جاتی ہے، لیکن علم کی عزت کبھی ختم نہیں ہوتی ہے اس دنیا میں بھی باقی رہتی ہے اور قبر کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی باقی رہے گی۔ ابن المقفع رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علم کی عزت پائیدار ہوتی ہے۔

● حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قرآن کی اس آیت وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ کی تفسیر میں حضرت حماد ابن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن آدمی کا عمل ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے گا اور وہ پلڑا اونچا ہو جائے گا، پھر ابر جیسی ایک چیز لائی جائے گی اور ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھ دی جائے گی، اور وہ پلڑا جھک جائے گا، تب آدمی سے کہا جائے گا تو جانتا ہے یہ کیا چیز ہے؟ وہ نہیں پہچانے گا اور انکار کرے گا تو کہا جائے گا یہ اس علم کی فضیلت ہے جو تو دوسروں کو سکھایا کرتا تھا۔

● حضرت عبید اللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ علماء دنیا کے لئے روشنی کا مینار ہیں، انہی سے وہ نور پھوٹتا ہے جس سے وہ گمراہ لوگ ہدایت پاتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی مضمون کو اپنے اس شعر میں بیان فرمایا ہے:

مَا اَفْضَلُ اِلَّا لِاَهْلِ الْعِلْمِ اِنَّهُمْ
عَلَى الْهُدٰى لِمَنِ اسْتَهْدِى ادلاء

"فضیلت صرف اہل علم کو حاصل ہے، بلا شبہ وہ لوگ طالبان ہدایت کی رہنمائی کرتے ہیں"۔

● سابق بربری رحمۃ اللہ علیہ نے اعمال صالح شرافت اور فضیلت کو بہت اچھے انداز میں بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

اَلْعِلْمُ فِيْهِ حَيَاةٌ لِلْقُلُوْبِ كَمَا
تَحِيًّا لِبِلَادِ اِذَا مسها الْمَطَر

"علم میں دلوں کے لئے ایسی زندگی ہے جیسے بارش سے زمین زندہ ہو کر لہلہا اٹھتی ہے"۔

● حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم اور حکمت بہت سے مسائل کے یاد کر لینے کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ ایک نور ہے جس کے ذریعے خدا جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

● ابن المقفع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم حاصل کرو اگر تم بادشاہ ہو گئے تو اور اونچے ہو جاؤ گے اور اگر عام آدمی ہو تو زندہ رہ سکو گے۔

● خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے لڑکوں کو نصیحت کی تھی کہ علم حاصل کرو اگر تم مالدار ہوئے تو علم تمہارے لئے جمال ہوگا اور اگر غریب ہو گئے تو علم تمہارے لئے دوست ثابت ہوگا۔

● کسی عقل مند کا قول ہے جو کوئی علم کو اپنی لگام بنائے گا لوگ اسے اپنا امام بنائیں گے، جس کی عقل مندی مشہور ہو جاتی ہے اس کی عزت بھی ہونے لگتی ہے۔

● حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نیت صحیح اور نیک ہو تو علم سے افضل کوئی عمل نہیں۔

● حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک گھڑی بیٹھ کر اپنے دین میں تفقہ حاصل کروں تو یہ مجھے شام سے صبح تک پوری رات عبادت میں گزار دینے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

● حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک پوری رات علمی مذاکرے میں گزار دینا عبادت میں گذارنے سے بہتر ہے۔

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کی حیرت انگیز تقریر

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم اس لئے حاصل کرو کہ اس کا حاصل کرنا خوف الٰہی ہے، اس کی طلب عبادت ہے اس کا درس دینا تسبیح ہے اور علمی گفتگو کرنا جہاد ہے، جو شخص نہ جانتا ہو اسے پڑھانا خیرات ہے، جو علم کا اہل ہو اسے

علم کی دولت سے نوازانا تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے، یہی علم تنہائیوں کا ساتھی ہے، سفر کا رفیق ہے، دین کا رہنما، تنگدستی وخوشحالی میں چراغ راہ، دوستوں کا مشیر، اجنبی لوگوں میں قربت پیدا کرنے والا، دشمنوں کے حق میں تیغ براں، راہ جنت کا روشن مینار ہے، اسی علم کی بدولت اللہ جل شانہ کچھ لوگوں کو عظمت عطا کرتا ہے، انہیں قائد، رہنما اور سردار بناتا ہے، لوگ ان کی اتباع کرتے ہیں، ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں، ان کے عمل کو دلیل بناتے ہیں، فرشتے ان کی دوستی اور رفاقت کی خواہش کرتے ہیں، اپنے بازو ان کے جسموں سے مس کرتے ہیں، بحر و بر کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور کیڑے، خشکی کے درندے اور چوپائے، آسمان کے چاند، سورج اور ستارے سب ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، اس لئے کہ علم دل کی زندگی ہے، علم نور ہے، اس سے تاریکیاں دور ہوجاتی ہیں، علم سے بدن کو قوت ملتی ہے، ضعف دور ہوتا ہے، علم کی بدولت انسان نیک لوگوں کے بلند درجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے، علمی امور میں غور وفکر کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہے، علم کی تدریس میں مشغول رہنا شب بیداری کے برابر ہے، علم ہی سے اللہ کی اطاعت، عبادت اور تسبیح وتحمید کا حق ادا ہوتا ہے، اسی سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے، صلہ رحمی کی توفیق ہوتی ہے، حلال وحرام میں تمیز کا شعور پیدا ہوتا ہے، علم امام ہے، عمل اس کے تابع ہے، خوش قسمت لوگوں کے دل ہی علم کی آماجگاہ بن سکتے ہیں، بدقسمت لوگ اس سے محروم رہتے ہیں، ہم اللہ سے حسن توفیق کے خواہاں ہیں۔

عالم کی مجلس میں حاضری کی فضیلت

فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کسی عالم کی مجلس میں محض حاضری دینا بھی بغیر اس کے کہ کوئی (علمی وعملی) فائدہ حاصل کرے یا کوئی مسئلہ یاد کرے سات کرامت کا موجب ہے:

اول یہ کہ اس کا شمار متعلمین کے زمرہ میں ہوجاتا ہے اوران کیلئے جس ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، وہ اس میں شریک ہوجاتا ہے، دوم یہ کہ جب تک وہ مجلس علم میں رہتا ہے گناہ سے محفوظ رہتا ہے، سوم یہ کہ جب وہ طلب علم کی نیت سے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو طالب علموں کے لئے جو ثواب موعود ہے اس میں وہ بھی داخل ہوجاتا ہے، چہارم یہ کہ علم کے حلقہ میں جب نزول رحمت کا وقت آتا ہے تو وہ اس میں شامل ہوجاتا ہے۔ پنجم یہ کہ جب تک علم کے مذاکروں کو سنتا رہتا ہے گویا عبادت ہی میں ہے۔ ششم یہ کہ علم کے مشکل ودقیق مسائل کو سنتا ہے اور وہ اس کو سمجھ نہیں پاتا تو شکستہ دل ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے منکسرۃ القلوب کی فہرست میں داخل ہوجاتا ہے۔ ہفتم یہ کہ علم کی عزت اور فسق وجہل کی ذلت اس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے جس کی وجہ سے جہال وفساق سے یک گونہ نفرت سی ہوجاتی ہے تو دیکھو یہ حال ہے اس شخص کا جو صرف علماء کی مجلس سے بہرہ ور ہے تو اسی سے ان لوگوں کا فضل معلوم کرنا چاہئے جو ان حضرات علماء کی مجلس سے بہرہ ور ہے اور جو ان حضرات علماء سے بے شمار فوائد دینی واخروی حاصل کررہے ہیں۔ (تفسیر عزیزی)

حسن اخلاق بڑی عبادت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

"بے شک تمہاری رہنمائی کے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے"۔ (الاحزاب ۲۱)

دراصل ہمارا دین امن وسلامتی کا دین ہے۔ امن وسلامتی کا تقاضایہ ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اختیار کرے۔ ان میں احترام آدمیت کا جذبہ رچا بسا ہوا اور اسی جذبے سے سرشار ہوکر وہ دوسروں کے حقوق ادا کرے۔ حقوق کے معاملے میں سب سے بڑا حق تو اللہ تعالیٰ کا ہے کہ ہم اسی کی معرفت

حاصل کریں اوراس کی بندگی بجالائیں۔اس نے یہ زندگی ہمیں بطور امتحان عطا کی ہے اورہمیں آزادی واختیار بھی دے دیا ہے کہ چاہیں تو اس کے شکر گزار بندے بنیں، اس کی بندگی کریں اور چاہیں تو ناشکری کریں اس امتحان میں کامیاب وہی ہوگا جس نے اللہ کو پہچانا اوراس کے احکامات کے مطابق زندگی بسر کی اور جس نے اللہ سے منہ موڑلیا اوراپنے نفس کی بندگی کی، وہ ناکام ونامراد ہوگا۔اللہ کسی کوزبردستی شاہراہ بندگی پرنہیں لاتا،انسان کواختیار ہے، جو چاہے کرے۔وہ اگرنیکی کے راستے کواختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے وہ راستہ آسان بنادے گا اوراگر برائی وسرکشی اورنافرمانی کی راہ پر چلے گا تو اللہ اسی راستے کوکھولتا چلا جائے گا تاہم یہ بھی بتادیا کہ اس اختیار کے غلط استعمال کرنے کا نتیجہ تباہ کن ہوگا۔جس نے اس اختیار کو صحیح استعمال کیا، اللہ تعالیٰ کی توحید کی معرفت حاصل کی، اس کی بندگی کوشعار بنایا، اس کے احکامات کے مطابق زندگی بسر کی وہ تو کامیاب ہوگا مگر جس نے اللہ کی توحید کا انکار کیا،اس کی ناشکری کی ،ناکامی اس کا مقصد ٹھہرے گی۔اللہ کا حق (یعنی اس پر ایمان، اس کی توحید کا اقرار اس کی بندگی) یہی وہ اصل اور بنیاد ہے جس سے انسان کے اندر خیر اور بھلائی کے رجحانات کوتقویت ملتی ہے لیکن اسلام نے جہاں اس پر زور دیا ہے وہیں حقوق العباد، انسانوں کے ساتھ حسن سلوک اور حسن اخلاق کی بھی بڑی تاکید کی ہے۔حسن اخلاق کا معاملہ بھی درحقیقت حقوق العباد کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔اس لئے کہ ایک شخص کی خوش اخلاقی یا بدخلقی کا اندازہ بھی اس کے دوسروں کے ساتھ رویہ اور معاملات سے لگایا جاسکتا ہے۔ایک شخص معاشرے سے دور کہیں جنگل میں ہواوراس کا لوگوں سے کوئی واسطہ اور معاملہ نہ ہوتو یہ معلوم نہیں ہوسکے گا کہ وہ بداخلاق ہے یا خوش اخلاق۔اس کا رویہ اور معاملہ درست ہے یا غلط۔ہمارے دین میں حقوق العباد کوحد درجہ اہمیت دی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کے حقوق

میں کوئی کوتاہی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ شرک جیسے ظلم عظیم کے سوا جسے چاہے گا معاف بھی کردے گا۔ ارشاد ربانی ہے: اِنَّ اللّٰـهَ لاَ یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرِکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰی اِثْمًا عَظِیْمًا۔

''اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کردے۔ جس نے اللہ کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا''۔(النساء:۴۸)

حسنِ اخلاق سے بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے

لیکن اللہ تعالیٰ بندوں کے حق میں ہونے والی کوتاہی اور زیادتی کو معاف نہیں فرمائے گا، جب تک وہ شخص جس کا حق غصب کیا گیا ہو خود معاف نہ کردے۔ اچھے اخلاق کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک شخص حسن اخلاق کی وجہ سے وہ بلند مقام حاصل کرلیتا ہے جو اس شخص کا ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہے اور (راتوں کو عبادت میں) کھڑا رہتا ہے''۔ اندازہ کیجئے، کتنا بلند مقام ہے خوش اخلاقی کا کہ اس کی بدولت، آدمی کو اتنا بلند روحانی مقام حاصل ہوجاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ خوش خلقی جس کی اتنی قدر ومنزلت ہے اس سے مراد کیا ہے؟ کیا اس کا مطلب محض یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ مسکرا کر گفتگو کی جائے اور بس۔ جیسا کہ آج کل ہمارے ہاں کمرشیل اداروں میں ہوتا ہے۔ اس کا جواب نفی میں ہے۔ یقیناً مسکراہٹ اور خندہ روئی کے ساتھ پیش آنا بھی نیکی اور صدقہ ہے۔ اس سے دوسرے آدمی کو خوشی ہوتی ہے۔ یہ خوش اخلاقی کا ایک حصہ تو ہے لیکن یہ کل خوش خلقی یا اخلاق نہیں ہے۔ خوش اخلاقی وہ مجموعی اچھا رویہ ہے جو کہ ہم افراد معاشرہ کے ساتھ اپناتے ہیں اور جسے نہ صرف دوسرے لوگ بھی پسند کرتے ہیں بلکہ خود یہ رویہ اپنانے والے کو بھی اس سے خوشی ہوتی ہے۔

انسانی فطرت بھی اس رویہ کو قبول اور پسند کرتی ہے۔حسن اخلاق انسان میں بلندی اور رفعت کے جذبات کا مظہر ہے۔

بدخلقی یا رذائل اخلاق

لیکن اس کے ساتھ ساتھ انسان میں پستی کے رجحانات بھی پائے جاتے ہیں جنہیں رذائل اخلاق کہا جاتا ہے۔ یہ دراصل حیوانی جذبات ہیں، چنانچہ جس طرح حیوانوں میں کینہ ہوتا ہے، انسان کے اندر بھی کینہ ہے۔حیوانوں کی طرح انسان میں بھی انتقامی جذبہ اور غصہ ہوتا ہے۔اسے اشتعال دلایا جائے تو وہ مشتعل ہو جاتا ہے۔ یہ چیزیں اخلاقی بلندی کی راہ میں رکاوٹ ہیں اور بدخلقی کے ذیل میں آتی ہیں۔ ضروری ہے کہ ان پر کنٹرول کیا جائے۔غصہ، انتقام، عداوت، تکبر کے جذبات پر قابو پایا جائے اور تحمل و برداشت اور عاجزی وانکساری کو شعار بنایا جائے۔ اگر آدمی ایسا کرے گا تو اس کے نفس کی اصلاح ہوگی۔اس کے اخلاق سنوریں گے۔وہ اللہ کا بھی محبوب بن جائے گا اور خلق خدا بھی اس سے محبت کرنے لگے گی۔اس کے برعکس جو شخص بداخلاقی یا رذائل اخلاق کا مظاہرہ کرے گا، وہ خدا کی نظر میں بھی ناپسندیدہ ہوگا اور مخلوق خدا بھی اسے بری نگاہ سے دیکھے گی۔مثال کے طور پر تکبر اور انکساری دو مختلف صفات ہیں۔ایک بدخلقی ہے اور دوسری اعلیٰ اخلاق۔ جو شخص تکبر کرے گا، اپنے علم پر اپنے مال پر، اپنے حسن پر، اپنی طاقت پر، اپنے زور بازو پر، دیکھنے والے اس کے بارے میں کبھی اچھی رائے قائم نہیں کریں گے اور اللہ تعالیٰ بھی اسے ناپسند کرے گا۔ حدیث میں ایسے آدمی کے متعلق یہ وعید آئی ہے کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔اس کے برعکس معاملہ تواضع کا ہے اگر ایک آدمی تواضع، عاجزی اور فروتنی اختیار کرتا ہے تو یہ چیز اس کے حسن اخلاق کا مظہر ہے۔ایسے شخص کو لوگ بھی پسند کریں گے اور اللہ بھی۔لوگ اس کی دل سے قدر کریں گے، اس سے ملنا جلنا اور رسم رکھنا انہیں اچھا

لگے گا۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم پورے شعور سے حسن اخلاق کو اختیار کریں۔ اور بد خلقی سے اپنے آپ کو بچائیں۔اسی میں ہماری خیر و بھلائی اور معاشرت کا حسن ہے۔حسن اخلاق کی فضیلت واہمیت کے بارے میں کئی احادیث آئی ہیں۔

حسنِ اخلاق قربِ خداوندی کا ذریعہ بھی ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے تم میں سے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن نشست کے اعتبار سے سب سے قریب وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں گے''۔ دیکھئے ہمارے دین میں کس قدر اخلاق فاضلہ کی اہمیت ہے۔آپ نے یہاں ترغیب وتشویق کا اندازہ اختیار فرمایا اور ہمیں یہ تعلیم دی کہ ہم اچھے اخلاق کو اپنائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور یوم قیامت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کا باعث ہوں گے، اور بد اخلاقی اور رذائل اخلاق کی گندگی سے اپنے آپ کو بچائیں۔ چنانچہ اسی حدیث میں آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور قیامت کے دن تم میں سے وہ شخص سب سے زیادہ ناپسند اور مجھ سے دور ہوگا جو باتونی، فضول گو، تصنع کرنے والا اور تکبر و اکڑ کے ساتھ کلام کرنے والا اور متکبر ہوگا''۔ (رواہ ترمذی) گویا حسن اخلاق کے مقابلے میں سوئے اخلاق کا سب سے نمایا مظہر یہی تکبر ہے۔تکبر ایسی بیماری ہے جو انسان کو اندر ہی اندر کھا جاتی ہے۔وہ اپنے آپ کو بڑی شئے سمجھتا ہے۔لیکن اللہ کی نگاہ میں اور اللہ کی مخلوق کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔اس کے تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں بھی رسوا کرتا ہے اور آخرت میں بھی اس کے لئے سخت سزا ہوگی۔ حدیث میں آتا ہے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''وہ شخص ہرگز جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہوگا۔'' اللہ تعالیٰ ہمیں حسن اخلاق کو اختیار کرنے اور برے اخلاق سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

جب وہ موت کی دہلیز پر تھے

قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (الاعراف ۳۴) ترجمہ:۔ اور ہر امت کیلئے ایک وقت مقرر ہے سو جب آجائے ان کا مقررہ وقت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں ایک لحہ اور نہ وہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

حضرت بایزید بسطامیؒ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں، عبادت وریاضت، اورع وتقویٰ اور علم وزہد میں آپ کا مقام نہایت ہی بلند تھا۔ جس وقت آپ پر حالت نزع طاری ہوئی۔ زبان مبارک پر اللہ اللہ کا ورد جاری ہوگیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بحالت نزع فرمایا:

اے اللہ! میں نے غفلت کی وجہ سے دنیا میں تیری عبادت نہیں کی۔ اور اب میرا آخری وقت ہے۔ اس وقت بھی تیری عبادت سے گنہگار ہوں۔ لیکن اے اللہ تیری رحمت کا طالب ہوں۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (کی وفات ۱۸۱ھ) کے متعلق ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ بہت سمجھدار، پختہ کار، ثقہ اور عالم صحیح حدیث تھے۔ حسن بن عیسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ اصحاب ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے جمع ہوکر آپ کے حال شمار کئے تو منجملہ طے پایا کہ آپ میں حسب ذیل کمالات موجود تھے۔ علم، فقہ، ادب، لغت، شعر، فصاحت، زہد، ورع، انصاف، دلیل، عبادت حج، غزوہ جہاد، شہسواری، جسمانی، ترک لایعنی اور قلت اختلاف ۱۸۱ھ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(بحوالہ انوار الباری)

آپ نے قریب وفات اپنا تمام مال فقراء ومسکین میں تقسیم کر دیا۔ ایک مرید نے عرض کیا حضور! آپ کی تین لڑکیاں ہیں ان کے لئے کیا چھوڑا؟ فرمایا: ان کے لئے میں نے اللہ کو چھوڑا ہے۔ جس کا اللہ کفیل ہو اسے عبداللہ کی کیا ضرورت؟

جب وفات کا وقت بالکل قریب آ گیا تو آپ نے آنکھیں کھولیں۔ تبسم فرمایا اور کہا: کَمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلُ الْعَامِلُوْنَ (عمل کرنے والوں کو اسی طرح عمل کرنا چاہئے)

اس کے بعد آنکھیں بند کرلیں اور ہمیشہ کے لئے اپنے رب سے جا ملے۔

حضرت سفیان ثوریؒ

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۶۱ھ) مشہور زاہد وعابد بزرگ تھے۔ آپ کو امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۶۱ھ میں آپ نے بصرہ میں وفات پائی۔

انوار الاتقیاء میں نقل ہے کہ آپ جب علیل ہوئے تو حاکم بصرہ نے آپ کی تلاش کا حکم دیا چنانچہ تلاش کرنے والوں نے آپ کو ایک جگہ درد شکم اور پیچش میں مبتلا پایا۔ آپ بیقرار تھے لیکن اس حالت میں بھی یاد الٰہی سے غافل نہ تھے۔ اسی شب لوگوں نے دیکھا کہ بوجہ پیچش آپ رحمۃ اللہ علیہ ساٹھ بار رفع حاجت کو گئے اور برابر وضو کر کے نماز پڑھتے رہے۔ لوگوں نے کہا حضور اس حالت میں آپ بار بار وضو نہ کریں۔ فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ روح نکلتے وقت باوضو رہوں، نجس نہ رہوں۔ اس لئے کہ نجس اللہ کے سامنے جانے کے قابل نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حالتِ نزع میں حاضر تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا۔ اب میری موت بالکل قریب ہے۔ میرا منہ زمین پر رکھ دو۔ میں نے آپ کا منہ زمین پر رکھ دیا۔ اس کے بعد باہر آیا۔ تا کہ لوگوں کو اس

واقعہ کی اطلاع دوں۔لیکن باہر لوگ پہلے ہی سے جمع ہو چکے تھے۔میں نے ان سے پوچھا۔تمہیں اس واقعہ کی خبر کیوں کر ہوئی؟ جواب دیا ہمیں خواب میں علم ہوا کہ سفیان ثوری کے جنازے پر حاضری دیں۔چنانچہ لوگ اندر آئے۔آپ کی حالت نہایت ہی نازک ہوتی جارہی تھی۔تکیہ کے نیچے سے ایک ہزار دینار کی تھیلی نکال کر دی۔اور فرمایا اسے خیرات کردو۔حاضرین سوچ رہے تھے کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ دوسروں کو مال جمع کرنے سے منع کرتے تھے اور خود اس قدر دینار جمع کر رکھے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کا مطلب سمجھ گئے فرمایا۔

ان دیناروں سے میں نے اپنے دین کی حفاظت کی۔جب شیطان مجھ سے کہتا اب کیا کھاؤ گے؟ میں جواب دیتا۔میرے صرفہ کے لئے دینار موجود ہیں۔جب وہ کہتا تمہیں کفن کس چیز سے دیا جائے گا،تو میں کہتا ان دیناروں سے۔مجھے ہر گز دیناروں کی حاجت نہیں تھی۔مگر ان وسوسوں کو رفع کرنے کے لئے میں نے یہ دینار رکھ چھوڑے تھے۔اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھا اور واصل الی اللہ ہوئے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ

آفتاب علم وعمل،مینارہ شریعت وطریقت حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث وصوفی گزرے ہیں۔علامہ ابن خلکان آپ کے متعلقین فرماتے ہیں: كَانَ فِيْ زَمَانِهِ وَاحِدٌ علماً ورَوُعاً وَمَالاً . یعنی ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ علم وتقویٰ اور بزرگی میں یگانۂ روزگار تھے۔آپ کی بزرگی کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے اساتذہ میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر اکابر امت ہیں اور تلامذہ میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگان دین ہیں۔مرض الموت میں لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔اب آپ کی کوئی آرزو باقی ہے۔فرمایا،میری آرزو اب یہی ہے کہ موت سے کچھ دیر قبل آگاہ ہو جاؤں اس کے بعد یہ شعر پڑھا:

اَلْخَوْفُ اَمْرَضَنِی، وَالشَّوْقُ اَحْرَقَنِی
اَلْحُبُّ اَوْفَانِی، وَاللّٰہُ اَحْیَانِی

''مجھے خوف نے بیمار کر دیا اور شوق نے جلایا، محبت نے مجھ کو مارا اور اللہ نے زندہ کیا''۔

یہ شعر پڑھ کر آپ بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش آیا تو یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا۔ حضور! کچھ نصیحتیں فرمائیے۔ فرمایا: اس وقت مجھے باتوں میں مت الجھاؤ۔ اس لئے کہ احسانات الٰہی نے مجھے حیرت میں ڈال رکھا ہے۔

۲/ذیقعدہ ۴۲۶ھ پیر کے دن آپؒ نے وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ معرفت توحید و تحقیق میں کامل تھے۔ آپ بڑے صاحب ریاضت وعبادت تھے۔ (تذکرۃ الاولیاء)

آپ کو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے بے انتہا محبت تھی۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میرا خون جگر دل چیر کر مخلوق کو بتلاتے، تا کہ انہیں معلوم ہوتا کہ اللہ کے ساتھ بُت پرستی اچھی نہیں، کیوں کہ آپ نے لوگوں کو وصیت فرمائی کہ مجھے ۳۰ گز نیچے زمین میں دفن کرنا کیوں کہ یہاں کی زمین بسطامی کی زمین سے اونچی ہے اور یہ بڑی بے ادبی ہو گی کہ میری قبر حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے اونچی ہو۔

چنانچہ حسب وصیت لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد تیس گز نیچے زمین میں آپ کو دفن کیا۔ (نور اللہ مرقدہ)

اسلام کے عالی مرتبت غلام مگر مقتدائے عصر

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۔ بے شک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔ (سورۃ الاعلیٰ ۱۵)

خواجہ ابوالخیر حماد اقطعؒ

خواجہ ابوالخیر حماد اقطع متوفی ۳۴۰ھ فرماتے ہیں: میں ۱۱۳ ابوالخر پہچانتا ہوں جو سب کے سب غلام تھے اور سب صاحب کمال (مثلاً شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ)۔ (اللہ اللہ جس دور کے ہم نام غلاموں کا یہ حال ہوتا ہوگا اس دور کے ہم نام شرفاء اور امراء کا کیا حال ہوتا ہوگا)۔ (مراۃ الاسرار ص:۴۰۸-۴۱۱)

محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

''محمد ابن سیرین: آپ طبقہ تابعین کی ایک نامور شخصیت ہیں۔ آپ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر اور اسلامی علوم کے بڑے عالم وفاضل تھے۔ آپ بھی خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح غلامان اسلام میں سے ہیں۔ لیکن آپ کا نام بھی مقتدائے عصر میں ہوتا ہے۔ آپ کے والد سیرین ان چالیس لڑکوں میں سے تھے جو جنگ تمرین میں گرفتار ہوکر غلام بنائے گئے۔ موسیٰ بن نصیر کے والد نصیر بھی اسی جنگ میں گرفتار ہوئے۔ خواب کی تعبیر بیان کرنے اور اس کے رموز ونکات کو سمجھنے کے فن میں عالم اسلام میں آپ کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہے۔

خلافت صدیقی کے دوسرے سال جو ہجرت کے بعد بارہواں سال تھا حضرت مثنیٰ بن حارث شیبانی جو اپنی قوم کے علماء میں سے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے اور عرض کیا کہ شاہان عجم کی

ریاستیں کمزور ہو چکی ہیں۔ مجھے اجازت دی جائے تا کہ ایک لشکر کوفہ اور اس کے نواح کی طرف لے جاؤں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی۔ انہوں نے کوفہ پہنچ کر گرد و نواح کے علاقوں کو فتح کر لیا۔ ان کی مدد کیلئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دس ہزار فوج دے کر روانہ کیا۔ خالد بن ولید نے عجم کے حکمرانوں سے بڑے بڑے معرکے جیتے اور بہت سے قیدی اور مال غنیمت حاصل کر کے امیر المومنین کی خدمت میں ارسال کیا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے والد بھی ان قیدیوں میں سے تھے صدیق اکبر کے ہاتھ پر اسلام لائے"۔

طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ

طاؤس بن کیسان ابتداء میں غلام تھے مگر اسلام نے ان کو آزاد کیا اور علم و فضل نے مسلمانوں کا امام بنا دیا تھا۔ یمن کے ایک شہر میں بود و باش رکھتے تھے۔ امراء و سلاطین کے احسان اٹھانا قطعاً گوارا نہیں تھا کہ انسانی ضمیر کو کھا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ وہب بن منبہ کے ہمراہ حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کے یہاں گئے۔ اس وقت سردی زیادہ تھی۔ محمد بن یوسف نے ان کے اوپر ایک چادر ڈالوادی لیکن انہوں نے کندھے ہلا ہلا کر چادر کو اپنے بدن سے گرا دیا۔ محمد بن یوسف آخر حجاج کا بھائی تھا۔ اس حرکت پر سخت برہم ہوا لیکن انہوں نے اس کی برہمی کی مطلق پرواہ نہ کیا۔ یہاں سے اٹھے تو وہب بن منبہ نے ان سے کہا: آپ نے غضب کیا۔ اگر آپ کو چادر کی ضرورت نہیں تھی تو محمد بن یوسف کے غصے سے لوگوں کو بچانے کے لئے اس وقت چادر کو قبول کر لینا چاہئے تھا۔ چاہے بعد میں بیچ کر مساکین میں تقسیم کر دیتے" حضرت طاؤس نے جواب دیا" تم ٹھیک کہتے ہو۔ بات بالکل معمولی تھی لیکن تم جانتے ہو اگر میں اس وقت چادر کو قبول کر لیتا تو لوگ میرے اس فعل کو سند جواز بنا لیتے۔ (بحوالہ: اسلامی زندگی۔ نصر اللہ خاں عزیز)

ارباب اقتدار کے عطیات بہت بڑا فتنہ ہیں۔ یہ قوموں کے اخلاق کو گھن کی طرح کھا جاتے ہیں۔ زبان حق کو گنگ کرتے اور ملت کے حوصلوں کو پست کرتے ہیں۔ اسلامی زندگی ان عطیات کے ساتھ میل نہیں کھاتی اور ارباب صلاح وتقویٰ ان سے ہمیشہ اجتناب کرتے تھے اور یہاں تک احتیاط برتتے تھے کہ عوام کے لئے سند جواز حاصل کرنے کا شائبہ امکان بھی نہ رہے۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت معروف بن فیروز کرخی رحمۃ اللہ علیہ دوسری صدی ہجری کے مشہور اولیاء کرام میں سے ہیں۔ حضرت علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے آزد کردہ غلام تھے۔ آپ کے ملفوظات وافادات ہر دور کے مسلمانوں کے لئے مشعل راہ رہے ہیں۔

آپ ایک عیسائی خاندان میں پیدا ہوئے تھے لیکن آپ کے بھائی عیسیٰ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی زمانے سے ان کو عقیدہ توحید کے لئے چن لیا تھا، میں اور وہ ایک عیسائی استاد کے پاس پڑھا کرتے تھے استاد ہمیں تثلیث کا عقیدہ سکھاتا لیکن معروف جواب میں ''احد، احد'' فرماتے اس پر استاد انہیں مارتے تھے، ایک مرتبہ استاد نے انہیں اتنا مارا کہ وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور لاپتہ ہوگئے، ان کی والدہ رو رو کر کہتی تھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے معروف کو میرے پاس لوٹادیا تو وہ جو دین چاہے گا اسے اختیار کرنے سے نہیں روکوں گی۔ کئی سال بعد آپ واپس آئے تو ماں نے پوچھا بیٹا! تم کس دین پر ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ اسلام پر اس پر والدہ بھی مسلمان ہوگئیں اور ہمارا پورا گھر مشرب بہ اسلام ہوگیا۔ (صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ ص:۱۸۰، جلد:۲)

آپ ان اولیائے کرام میں سے ہیں جن پر کثرت نوافل سے زیادہ ذکر وفکر کا غلبہ تھا۔ ان کے ایک معاصر راوی ابوبکر بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کی مسجد میں گیا۔ جب انہوں نے اذان

شروع کی تو میں نے دیکھا کہ حضرت معروف کرخی قدس سرہ پر اضطراب کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور جب اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تو ان کی ریش مبارک اور ابرو تک کے بال کھڑے ہوگئے اور وہ بے قابو ہو کر اس درجہ جھکنے لگے کہ مجھے اندیشہ ہوا کے وہ اذان پوری بھی کرسکیں گے یا نہیں۔ (حلیۃ الاولیاء لابن نعیم، ج:۸، ص:۳۶۱)

آپ کا معمول تھا کہ جو کوئی دعوت دیتا، سنت کے مطابق اس کی دعوت قبول فرمالیتے۔ ایک مرتبہ ایک ولیمہ میں گئے تو وہاں انواع واقسام کے پرتکلف کھانے چنے ہوئے تھے۔ وہاں ایک اور صوفی بزرگ موجود تھے، انہوں نے یہ پرتکلف کھانے دیکھے تو حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: آپ دیکھ رہے ہیں، یہ کیا ہے؟'' ان کا مقصد یہ تھا کہ اتنے پرتکلف کھانے مناسب نہیں، حضرت معروف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''میں نے یہ کھانے بنانے کو نہیں کہا تھا'' پھر جوں جوں مزید کھانے آتے رہے وہ صاحب اپنی سابقہ شکایت دہراتے رہے۔ آخر میں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَنَا عَبْدٌ مُدَبَّرٌ اٰکِلُ مَا یُطْعِمُنِیْ وَاَنْزِلُ حَیْثُ یَنْزِلُنِیْ. (میں تو غلام ہوں، میرا آقا جو کچھ کھلاتا ہے کھاتا ہوں اور جہاں لے جاتا ہے چلا جاتا ہوں۔ (ایضاً، ص:۳۶۴)

ایک مرتبہ آپ کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں دیکھا کہ ایک سقہ آواز لگارہا ہے، جو مجھ سے پانی پیئے، اللہ اس پر رحم کرے، حضرت معروف نے اس کی آواز سنی تو آگے بڑھ کر اس سے پانی مانگا اور پی لیا۔ کسی نے پوچھا کہ آپ تو روزے سے تھے۔ فرمایا کہ ہاں! لیکن میں نے سوچا کہ شاید اس اللہ کے بندے کی دعاء مجھے لگ جائے۔ (روزہ نفلی تھا، بعد میں قضا کرلی ہوگی)۔ (ایضاً، ص:۳۶۵)

ایک مرتبہ آپ دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ سامنے سے ایک کشتی گزری جس میں کچھ بے فکر نوجوان گاتے بجاتے جارہے تھے۔ کسی نے حضرت

معروف سے کہا کہ دیکھئے یہ لوگ دریا میں بھی اللہ کی نافرمانی سے باز نہیں آتے، ان کے لئے بددعا کردیجئے اس پر آپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی کہ ''یا الٰہی اے میرے آقا! میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ جس طرح آپ نے ان نوجوانوں کو دنیا مسرتیں بخشی ہیں ان کو آخرت میں بھی مسرتیں عطا فرمایئے۔ حاضرین نے کہا کہ ہم نے تو آپ سے بددعا کے لئے کہا تھا۔ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں آخرت میں مسرتیں عطا فرمائیں تو ان کے دنیوی اعمال سے ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اس میں تمہارا تو کوئی نقصان نہیں۔ (صفۃ الصفوۃ، جلد:۲، صفحہ:۱۸۱)

حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ

آپ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے نامور صاحبزادے ہیں۔ ورع و تقویٰ اور علم و فضل میں خانوادۂ نبوت کے اوصاف کے امین اور اپنے زمانے میں مسلمانوں کے مرجع اور امام تھے۔ علم حدیث میں بھی آپ مقام بلند کے حامل تھے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی احادیث روایت کی ہیں۔ (الخلاصۃ الخزرجی، ص:۳۹۰)

آپ مدینہ طیبہ میں مقیم تھے، خلیفہ وقت مہدی عباسی کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ شاید اس کی حکومت کے خلاف بغاوت کریں گے، اس لئے اس نے آپ کو قید کردیا۔ لیکن اسی قید کے دوران اسے خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ مہدی کو خطاب کرکے یہ آیت تلاوت فرما رہے ہیں۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ (سورہ محمد:۲۲) ''تو کیا تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد مچاؤ، اور رشتہ داریاں کاٹ ڈالو''۔

مہدی کی آنکھ کھلی تو رات ابھی باقی تھی، لیکن صبح تک انتظار کرنے کا حوصلہ نہ ہوا، اپنے وزیر کو اسی وقت طلب کیا اور حکم دیا کہ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو اسی وقت

یہاں لے آؤ۔ حضرت تشریف لائے تو مہدی نے اعزاز و اکرام کے ساتھ ان سے معانقہ کیا، اپنے پاس بٹھایا، اور خواب بیان کر کے کہا کہ: ''کیا آپ مجھے یہ اطمینان دلا سکتے ہیں کہ اگر میں آپ کو رہا کر دوں تو آپ میرے یا میری اولاد کے خلاف بغاوت نہیں کریں گے؟'' حضرت نے جواب دیا: ''خدا کی قسم! نہ میں نے کبھی ایسا کیا ہے اور نہ یہ میری فطرت ہے''۔ یہ سن کر مہدی نے آپ کو تین ہزار دینار ہدیہ پیش کیا اور رہا کر دیا۔ مہدی کے وزیر ربیع کا کہنا ہے کہ میں نے راتوں رات ہی اس حکم کی تنفیذ کی اور چونکہ خطرہ تھا کہ کہیں کوئی اور رکاوٹ پیش نہ آجائے، اس لئے پو پھٹنے سے پہلے ہی ان کو مدینہ طیبہ کے راستہ پر روانہ کر دیا۔

(صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی رحمہ اللہ، ج:۲، ص:۱۰۴)

لیکن بعد میں ہارون رشید خلیفہ بنا تو اس کو بھی شاید اسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہو گئی، چنانچہ جب وہ حج کے لئے حجاز گیا تو وہاں سے حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر آیا اور بغداد میں آپ کو دوبارہ قید کر دیا، اور اسی قید کی حالت میں آپ کی وفات ہوئی۔ اس دوسری قید کے دوران آپ نے ہارون رشید کو جو ایک مختصر خط لکھا ہے وہ اپنی بلاغت اور تاثیر کا شاہکار ہے اور اس کو جتنی بار پڑھا جائے اس میں حکمت و موعظت کی ایک کائنات سمٹی ہوئی نظر آتی ہے۔ فرمایا:

اِنَّهُ لَنْ يَنْقَضِيَ عَنِّي يَوْمٌ مِنَ الْبَلَاءِ اِلَّا انْقَضٰى عَنْكَ مَعَهُ يَوْمٌ مِنَ الرَّخَاءِ حَتّٰى نَقَضٰى جَمِيْعًا اِلٰى يَوْمٍ لَيْسَ لَهُ انْقِضَاءٌ، يَخْسَرُ فِيْهِ الْمُبْطِلُوْنَ. (صفۃ الصفوۃ، جلد:۲، ص:۱۰۵)

اس دریا بکوزہ فقرے کی اصل تاثیر تو عربی زبان ہی میں ہے لیکن اردو میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ: ''میری اس آزمائش کا جو دن بھی کٹتا ہے وہ تمہاری عیش و عشرت کا ایک دن اپنے ساتھ کاٹ کر لے جاتا ہے، یہاں تک کہ ہم دونوں ایک

ایسے دن تک پہنچ جائیں گے، جو کبھی کٹ نہیں سکے گا، اس دن خسارہ ان لوگوں کا ہوگا جو باطل پر ہیں''۔

حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ صاحب کشف وکرامات بزرگ ہیں۔ کثرت عبادت کی بناپر آپ کا لقب ''العبد الصالح'' مشہور تھا۔ جود وسخا میں بھی یکتا تھے۔ جب کسی شخص کے بارے میں معلوم ہوتا کہ وہ آپ کی غیبت کرتا ہے تو اس کے پاس کوئی مالی ہدیہ بھیج دیتے۔ خلیفہ ہارون رشید کی قید ہی میں ۵/رجب ۱۸۳ھ کو وفات ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ للشعرانی رحمۃ اللہ علیہ ج:۱ص:۳۳)

آپ کا مزار مبارک بغداد کے پچھمی حصہ رصافہ میں واقع ہے۔ (یہ بات سمجھنے کی ہے کہ خلیفہ منصور نے بغداد شہر دجلہ کے پوربی کنارے پر بسایا تھا، بعد میں اس کے بیٹے خلیفہ مہدی نے پچھمی کنارے کو اپنی چھاؤنی بنایا اور رفتہ رفتہ وہ حصہ بھی شہر میں شامل ہوگیا، پوربی حصہ کرخ اور پچھمی حصہ رصافہ کے نام سے موسوم ہوا۔ ان دونوں حصوں کے یہی نام آج تک چلے آتے ہیں۔ ہماری تاریخ کے بہت سے نامور علماء ''کرخی'' اور ''رصافی'' انہیں حصوں کی طرف منسوب ہیں) حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مزار کی وجہ سے اس پورے علاقے کا نام ''کاظمہ'' ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے مزار مبارک کو یہ مقام بخشا کہ بزرگوں کے تجربے کے مطابق وہاں جو دعا کی جائے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتے ہیں۔ (ماخوذ از: ''جہان دیدہ'' جسٹس مفتی محمد تقی عثانی ص:۲۵-۲۷)

اقوالِ صوفیائے کرام

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ.

پھر وہ ایمان لانے والوں ہوں جو ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں صبر کی اور ایک دوسرے کو نصیحت کرتے ہیں رحمت کی۔ (سورۃ البلد ۱۷)

حضرت خواجہ ابو علی جر جانی

حضرت خواجہ ابو علی جر جانی (جر جانی بہ معنی جار جیہ کے باشندے) آپ خواجہ محمد بن علی حکیم ترمذی کے مرید تھے۔ فرماتے ہیں: محبت کی زیادتی ذکر الٰہی کی وجہ سے ہوتی ہے کیونکہ زیادہ ذکر کرنے سے اللہ کی محبت دل میں گھر کر لیتی ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ عارف وہ ہے جس نے اپنا پورا دل مولا کو دیدیا ہے اور جسم خلق کو۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ صاحب استقامت ہونا چاہئے نہ کہ صاحب کرامت۔ کیونکہ تیرا نفس کرامت چاہتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ استقامت کو پسند کرتے ہیں۔

خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آسمانی کتابوں میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے جب میرا ذکر تم پر غالب ہوتا ہے، میں تمہارا عاشق بن جاتا ہوں، آپ یہ بھی فرماتے ہیں: عاشق آفتاب کے مانند ہیں کہ سب پر ضیاء باری کرتے ہیں۔

خواجہ ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عارف کا مولا کے ساتھ عبادت کا ایک لمحہ دوسرے عابدین کی ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے۔

خواجہ ابو یعقوب نہر جوری رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ ابو یعقوب نہر جوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۳۰ھ، خواجہ ابو یعقوب سوسی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ لوگوں میں ہیں) فرماتے ہیں: اس مقام تک پہنچنے کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک یہ کہ تو خلق سے پیوستہ نہ ہو بلکہ حق سے پیوستہ ہو۔ دوم یہ کہ تیرا عمل ثواب کے لئے نہیں بلکہ

تعمیل حکم اور محبت کی وجہ سے ہو اور خلوت وجلوت میں حق تعالیٰ کے ساتھ ہو نہ کہ عمل یا اس کے ثواب کے ساتھ۔ (یعنی ہر وقت توجہ الیٰ اللہ ہونی چاہئے نہ توجہ الیٰ الثواب) آپ یہ بھی فرماتے ہیں: عارف اس وقت تک واصل حق نہیں ہو سکتا جب تک اپنے دل کو ان چیزوں سے نہ کاٹ ڈالے یعنی علم، عمل اور خلوت۔ یعنی ان تین چیزوں کو اللہ کی محبت میں بھول جائے۔

حضرت خواجہ عثمان مغربی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ عثمان مغربی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۷۳ھ) فرماتے ہیں: گناہ گار دعویدار سے بہتر ہے (گناہ کرنے والا اس شخص سے بہتر ہے جو نیکی کرے اور اترائے) کیوں کہ گنہگار توبہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور یہ عبادت ہے جب کہ مدعی ہمیشہ اپنے دعویٰ اور نیک بختی کے خیال میں مست رہتا ہے اور یہ عین گناہ ہے۔

شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ روایت ہے کہ میں شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمی (متوفی ۴۱۲ھ) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلی ملاقات میں آپ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے تیرے لئے نصیحت نامہ لکھتا ہوں۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے لکھا کہ میں نے اپنے دادا ابوعمر سلمی سے سنا ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ ''تصوف ہی خلق ہے۔ (خوش اخلاقی ہے) جو کوئی خوش اخلاقی میں زیادہ ہوتا ہے۔ تصوف میں بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اور تفاسیر خلق میں سے بہترین تفسیر شیخ ابوسہیل سعلو کی ہے جس میں لکھا ہے کہ خلق اعتراض سے اعراض کا نام ہے۔ (اعتراض سے پرہیز یعنی کسی پر اعتراض نہ کرنا) کیوں کہ اعتراض وہی کرتا ہے جو اپنے آپ کو اس سے اچھا سمجھتا ہے اور جو اپنے آپ کو

دوسروں سے اچھا سمجھتا ہے خوش خلق نہیں بلکہ خود پرست اور شیطان صفت ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اللہ تک پہنچنے کے راستے تعداد میں تمام موجودات کے ذرات کے برابر ہیں۔لیکن کسی کا دل خوش کرنے سے بہتر کوئی راستہ نہیں اور ہم نے حق تعالیٰ کو اسی طریقے سے پایا ہے اور اسی کی ہم وصیت کرتے ہیں۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ بھی روایت ہے کہ ہم نے خواجہ ابوالفضل بن حسین سے سنا ہے کہ گذشتہ کا ذکر نہیں کرنا چاہیئے اور مستقبل کا منتظر نہیں رہنا چاہیئے،صرف حال کا خیال کرنا چاہیئے اور اسے غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ یہ ہے بندگی اور فرماں برداری کا تقاضہ جس کے لئے بندہ معمور کیا گیا ہے۔

شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی

شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی فرماتے ہیں: صوفی کے لئے دو امور ناگزیر ہیں۔ اول یہ کہ احوال میں صادق ہو اور معاملات میں باداب یعنی صادق الحال ہو اور لوگوں سے ادب اور خوش خلقی سے پیش آئے۔ صادق الحال اسے کہتے ہیں جس کا حال اور قال یکساں ہو، اس کا ایمان باللہ تقلیدی یعنی علم الیقین سے ہو بلکہ تصدیق ومشاہدہ اور عین الیقین اور حق الیقین سے ہو۔

خواجہ سمنون

خواجہ سمنون (خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم نشیں اور خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر) فرماتے ہیں: کوئی چیز محبت سے زیادہ رقیق اور لطیف نہیں ہے۔

شیخ ابوبکر عبداللہ نسّاج

شیخ ابوبکر عبداللہ نسّاج (آپ امام احمد غزالی کے پیرومرشد ہیں) فرماتے ہیں: موہوم جلایا نہیں جاسکتا اور دل کی آنکھ غیرت غیر کی سوئی سے سی نہیں جاسکتی اور

خلوت خانۂ دل شمع تجلیات جاناں سے روشن نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ کاشت شدہ زمین میں تخم نہیں ڈالا جاسکتا اور لکھے ہوئے کاغذ پر لکھا نہیں جاسکتا۔ (مطلب یہ کہ جب تعینات موہومہ یعنی غیر اللہ کا وہم وخیال دل میں جاگزیں ہوجاتا ہے تو اس کا مٹانا اور اس کی جگہ موجود حقیقی یعنی حق تعالیٰ کا تصور قائم کرنا ایسا ہے جیسے کاشت شدہ زمین میں کوئی اور چیز کاشت کرنا اور لکھے ہوئے کاغذ پر لکھنا)۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ صحبت شیخ بہت بڑی چیز ہے۔ میرے آقا خواجہ شمس الدین تبریزی نے فرمایا ہے کہ قبول یافتہ مرید کی علامت یہ ہے کہ بیگانہ لوگوں کے ساتھ بالکل صحبت نہیں رکھ سکتا۔ اگر ناچار صحبت بیگانہ مل جائے تو وہ اس طرح ہوتا ہے جیسے منافق مسجد میں، بچہ مدرسے میں، قیدی قید خانے میں اور مولوی مرض میں۔

استفساراتِ صوفیائے کرام

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۔اور جس نے اچھی بات کی تصدیق کی تو ہم آسان کردیں گے اس کے لئے آسان راہ۔ (سورۃ اللیل ۶۔۷)

خواجہ سمنون رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ سمنون رحمۃ اللہ علیہ (خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ اور خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر لیکن وصال خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے ہوا) سے پوچھا گیا: محبت کو بلا کے ساتھ کیوں مقرون کیا گیا ہے۔ (یعنی محبت کے ساتھ بلا کیوں لازمی ہے) آپ نے کہا: تا کہ ہر سفلہ (کمینہ صفت) محبت کا دعویٰ نہ کرے، جب بلا سے دوچار ہوتا ہے بھاگ جاتا ہے۔ آپ سے فقیر کی تعریف پوچھی گئی۔ فرمایا: فقیر وہ ہے جو فقرا سے محبت کرتا ہے۔ فقیر کو نقدی سے اتنی وحشت ہوتی ہے جتنی کہ جاہل کو فقر (مفلسی) سے۔ تصوف کی تشریح آپ سے پوچھی گئی۔ فرمایا تصوف یہ ہے کہ نہ کوئی چیز تیری ملکیت میں ہو، نہ تو کسی کی ملکیت ہو۔

شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۶۰ ھ) سے پوچھا گیا تصوف کیا ہے؟ فرمایا: جو کچھ تیرے سر میں ہے رکھ دے اور جو تیرے ہاتھ میں ہے دے دے اور جو تیرے ساتھ گذرے صبر کرے۔ یہ بھی فرمایا: اللہ بس ماسوا ہوس (اللہ کافی ہے باقی سب حرص وہوس ہے)۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کو اللہ تعالیٰ سے کیا راز و نیاز رہا، جواب دیا: حق تعالیٰ نے ستر ہزار کلمات کی وضاحت کی قدرت حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی۔ (حوالہ مندرجہ بالا چار استفسارات مراۃ الاسرار مولفہ شیخ عبدالرحمٰن چشتی سے ماخوذ ہیں)

پٹنہ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ منعم پاک قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ ''فقراء اپنی صورت عنصری کو دوسری شکلوں میں بدل لیتے ہیں؟ ایسا کیوں کر ہوتا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے جسم کو لطیف فرما دیتا ہے اس لئے اگر وہ اسے تبدیل کر لیں تو اس میں کیا شک کی گنجائش ہے؟'' (حوالہ: اخبار الاولیاء (۱۲۷)

از قاضی محمد اسماعیل قدیری تدوین و ترجمہ سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی سجادہ نشین خانقاہ منعمیہ متین گھاٹ پٹنہ)

خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ اصل دین کیا ہے؟ آپ نے فرمایا عقل۔ اس نے پوچھا کہ عقل کی اصل کیا ہے؟ فرمایا حلم اس نے پوچھا کہ اصل کیا ہے؟ فرمایا: صبر۔ (مراۃ الاسرار صفحہ: ۲۶۴)

خواجہ احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے ہمت اور صدق حال کے متعلق نصیحت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: اپنے نفس کو ترک شہوات سے مار ڈالو تا کہ وہ حیات جاودانی سے زندہ ہو جائے۔ (انوار الاذکیا)

احوال صوفیائے کرام

یَا اَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ ۔اے انسان! تو محنت سے کوشاں رہتا ہے اپنے رب کے پاس پہونچنے تک پس تیری اس سے ملاقات ہو کر رہتی ہے۔ (سورہ الانشقاق)

حضرت داتا شیخ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہوری

صاحب کشف المحجوب حضرت علی ہجویری عرف حضرت داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک درویش کو دیکھا جسے بادشاہ نے تین ہزار دینار بھیجے کہ انہیں حمام گرم کرنے پر صرف کریں یعنی وضو غسل وغیرہ کا پانی گرم کروالیا کریں۔ آپ کسی حمام پر تشریف لے گئے اور ساری رقم حمام والوں کو دے کر چلے آئے۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اَلتَّصَرُّفُ وَالتَّصَوُّفُ لَا یَکُوْنُ مَعاً (تصرف اور تصوف یکجا نہیں ہوتے)۔ دنیا جمع کرنا اور اس کی قدر کرنا آدمی کو تصوف سے اس طرح نکالتا ہے جس طرح بال آٹے سے نکالا جاتا ہے۔ صوفیاء دنیا کی قدر نہیں کرتے اور نہ اس کا غم کھاتے ہیں۔ اگر ساری دنیا کا لقمہ بنا کر درویش کے منہ میں ڈالا جائے تو اصراف نہ ہوگا۔ اصراف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رضا کے مطابق خرچ نہ کیا جائے۔ حق تعالیٰ تمہارے ہاتھ سے ترک دنیا اتنا پسند نہیں کرتے جتنا کہ تیرے دل سے دنیا کی دوستی کو ترک کرانا پسند کرتے ہیں۔

خواجہ ابوعبداللہ حنیف

خواجہ ابوعبداللہ حنیف متوفی ۳۳۱ھ بڑے سبک بار، سبک روح اور سبک حساب تھے (یعنی ہلکے بوجھ اٹھانے والے، ہلکی روح والے یعنی ایسی روح جو جلدی تن سے جدا ہو سکے اور سبک حساب یعنی جس کے پاس کچھ نہ ہو، نہ حساب میں دیر لگے) آپ کے مجاہدہ کا یہ حال تھا کہ ہر رکعت نماز میں آپ ایک ہزار بار سورہ اخلاص پڑھتے تھے اور اکثر یہ ہوتا تھا کہ آپ صبح سے رات تک ایک ہزار رکعت نفل پڑھتے۔

خواجہ سمنون

خواجہ سمنون (خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت نشین اور خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر) کے ایک صحبت نشین ابواحمد خلاص کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ پانچ سو رکعت نوافل پڑھتے تھے۔ یہ بھی ابواحمد کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی امیر نے چالیس ہزار درہم کا کھانا غربا کو کھلایا خواجہ سمنون نے کہا اے ابواحمد! ہمیں اس طعام کی طاقت نہیں۔ آؤ علیحدگی میں ہر درہم کے عوض نعم البدل کے طور پر ایک رکعت نماز ادا کریں۔ پس آپ نے مدائن میں جا کر چالیس ہزار رکعت ادا کی۔

شیخ ضیاء الدین ابونجیب

شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر عبداللہ سہروردی (متوفی ۵۶۳ھ، آپ شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے) شیخ شہاب الدین سہروردی کی روایت کے مطابق ایک دن تین یہودی اور تین عیسائی حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے ان کو اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ آپ نے ان میں سے ہر ایک کو ایک لقمہ دیا۔ ابھی لقمہ ان کے پیٹ میں نہیں گیا تھا کہ وہ سب ایمان لے آئے اور کہنے لگے کہ جوں ہی لقمہ ہمارے حلق کے اندر گیا سوائے اسلام کے ہر دین کی محبت ہمارے دل سے جاتی رہی۔

خواجہ ابوعلی دقاق

خواجہ ابوعلی دقاق (متوفی ۴۰۵ ھ) فرماتے ہیں: میں اپنے پیر و مرشد خواجہ ابوالقاسم نصر آبادی کی خدمت میں ہرگز بغیر غسل کے نہیں جاتا تھا۔

حضرت میاں میر قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میاں میر قادری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں حضرت ملا شاہد بدخشاں قادری ریاضت و مجاہدہ اور ترک دنیا میں اپنے ساتھیوں میں ممتاز ہوئے۔ کوئی خدمت گزار ساری عمر اپنے پاس نہ رکھا۔ نہ چولہے میں آگ جلائی اور نہ چولہا سلگایا اور نہ کھانا پکایا۔ سات برس تک ہر رات ایک سانس میں گزاری اور حبس دم سے ذکر خفی میں مشغول رہے۔ عشاء کا وضو نماز فجر تک قائم رہتا آنکھیں ناآشنائے خواب رہتیں۔ کبھی غسل ضروری کی حاجت نہ ہوئی۔

فرمایا کرتے تھے کہ احتلام نیند میں ہوتا ہے اور جنابت مقاربت زن سے۔ میں نیند اور عورت سے پاک ہوں۔ اس لئے احتلام اور جنابت سے پاک ہونے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ آپ شاعر اور صاحب تصنیف بزرگ ہیں۔ دارشکوہ نے سکینۃ الاولیاء میں آپ کی متعدد غزلیں بطور تبرک تحریر کی ہیں۔ (صفحات: ۱۶۳-۱۶۷، سکینۃ الاولیاء)

بعض اہل اللہ

بعض اہل اللہ کو گہرے صدمات کے وقت انتہائی خوشی حاصل ہوئی ہے، یہ ان کا ایک حال تھا۔ کسی بزرگ کے لڑکے کا انتقال ہوگیا تو انہوں نے خوشی میں مٹھائی منگوا کر تقسیم کرائی اور کہا میرا لڑکا اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملا اور جنت میں مقام پایا۔ یہ ان کا ایک حال ہی تھا اور وہ معذور تھے ورنہ حزن و ملال کا ہونا مشروع ہے۔

حضرت خواجہ ابوتراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ابوتراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۳۰ سال تک میں نے نہ کسی سے کچھ لیا نہ دیا۔ لوگوں نے پوچھا: کس طرح؟ فرمایا: جب لیتا تھا تو ان سے (خدا تعالیٰ سے) لیتا تھا اور جب دیتا تھا تو انہیں دیتا تھا۔ (آپ خواجہ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ ہیں۔ ایک دفعہ آپ صبح کے وقت حرم میں سو رہے تھے۔ جنت کی چند حوروں نے چاہا کہ اپنے آپ کو حضرت خواجہ کے حوالہ کر دیں۔ آپ فرمایا کہ ہمیں غفور میں اس قدر استغراق ہے کہ حور کی پرواہ نہیں)۔

جب نفس کو توڑنے والا میسر آ جائے

وَأَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَاحْذَرُواْ، فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُواْ أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلاَغُ الْمُبِينُ (المائدہ ۹۲) ترجمہ: اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور محتاط رہو، اور اگر تم نے روگردانی کی تو خوب جان لو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض تو بس ہمارے احکام کو کھول کر پہونچانا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

ایک اشکال جو بظاہر واقع ہوتا تھا رفع ہو گیا اور اسی اشکال کی وجہ سے بعض اہل حال دعا کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اشکال کی تقریر یہ ہے کہ جس بات کیلئے دعا کی جاتی ہے، دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ خدا تعالیٰ کی خواہش و ارادہ کے موافق ہے یا مخالف ہے، اگر موافق ہے تو اس کا آپ ہی ظہور ہو جائے گا، دعا کی کیا حاجت ہے؟ اور اگر مخالف ہے تو ایسی بات کی دعا کرنا گستاخی ہے۔ جواب یہ ہے کہ جس بات کا خلاف ارادۂ حق ہونا متیقن نہ ہو بلکہ محتمل بین الامرین ہو، اس کیلئے دعا کرنا نصوص میں مامور بہ ہے اور مامور بجالانا خود حق تعالیٰ کی خواہش کے موافق ہے، پس دعا کرنا

خلاف خواہش حق نہ ہوا، ہاں! جس امر کا خلاف خواہش حق ہونا متیقن ہو اس کیلئے دعا کرنا ممنوع ہے۔ اور خلاف خواہش ہونے کے علم کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ کسی امر حرام اور ممنوع کیلئے دعا کی جائے، جس کا خلاف خواہش حق ہونا نصوص سے معلوم ہے، دوسرے یہ کہ وہ مطلوب حرام اور ممنوع تو نہیں مگر اس کا خلاف خواہش حق ہونا دلیل صحیح سے معلوم ہو چکا ہے جیسے (نعوذ باللہ) اپنی نبوت کی دعا کرنے لگے۔

سوال و جواب

اب ایک سوال باقی رہا، وہ یہ کہ جس امر کا خلاف منشاء حق ہونا متیقن نہیں، جس کے لئے دعا جائز ہے، اگر اس کے لئے دعا کی گئی اور عین دعا کی حالت میں یہ احتمال ہے کہ قبول نہ ہو تو اس وقت دوسرا اشکال ہوگا، وہ یہ کہ دعا تو طلب ہے اور طلب کے وقت ایک شق کو ترجیح دے رہا ہے اور تفویض میں دونوں شقیں مساوی تھیں تو دعا و تفویض کیسے جمع ہوئے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ عارف عین دعا کی حالت میں قبول و عدم قبول دونوں پر دل سے راضی ہوتا ہے مگر طلب میں ایک کو ترجیح دینا یہ بھی رضا ہی کا اتباع ہے۔ تو اس وقت بھی در حقیقت وہ دونوں احتمال پر رضا ہی کا طالب ہے، اگر دعا قبول ہوئی تو ثواب بھی ملے گا اور مراد ظاہری بھی پوری ہوگئی اور قبول نہ ہوئی تو اجر و ثواب سے خوش ہوگا اور مراد حق کے پورا ہونے پر اپنی مراد سے زیادہ خوش ہوگا۔

اگر مرادت را مذاق شکرست
بے مرادی نے مراد دلبرست

"اگر میری خواہش پوری ہو جائے تو شکر کا موقع ہے اور اگر خواہش پوری نہ ہوئی تو بھی مری مراد بر آئی کہ محبوب کی خواہش پوری ہوگئی"۔

پس طلب ودعا اور تفویض ورضا دونوں اس طرح جمع ہوگئیں یہاں مضمون مقصود ختم ہوگیا۔

فنا فی اللہ کا طریقہ

اب صرف مقصود کے متعلق دو تین مختصر جملے باقی رہ گئے ہیں، وہ معروض ہیں ایک یہ کہ یہ تو معلوم ہوگیا کہ خواہش کو فنا کرنے کی ضرورت ہے۔ اب یہ بات معلوم کرنا رہ گئی کہ فانی ہونے کی کیا صورت ہے؟ اس کو مولانا فرماتے ہیں:

باہوا وَ آرزو کم باش دوست

چوں یضلک عن سبیل اللہ اوست

خواہشات نفسانی اور آرزوؤں کو کم کرو کیونکہ یہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گی۔

حاصل یہ ہوا کہ ہویٰ کے فانی ہونے کی صورت یہ ہے کہ اس کا اتباع نہ کرے، اس سے وہ مضمحل ہوجائے گا، اضمحلال فنا ہے، پھر اس کی مقاومت آسان ہوجائے گی (اس کا کسی قدر بیان اثناء وعظ بھی ہوچکا ہے) اس سے ''ہواؤں آرزو'' کے فنا کرنے کا حاصل تو معلوم ہوگیا، آگے اس کے طریقہ کا بیان ہے۔

ایں ہوا راہ نشکند اندر جہاں

ہیچ چیزے جز کہ سایہ ہمرہاں

''خواہشات نفسانی کو کم کرنے کی کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ راہ سلوک میں کوئی ہم سفر راہ نما ساتھ ہو''۔

یعنی خواہش نفسانی کا شکستہ کرنے والا رفیق، طریق کے سوا کوئی نہیں، آگے رفیق طریق کا تعیین فرماتے ہیں۔

نفس نتواں کشت الا ظل پیر

دامن آں نفس کش را سخت گیر

''نفس کی قوت کو توڑنے والا سوائے شیخ طریقت کے کوئی نہیں، جب میسر آجائے اس کے دامن کو سختی سے پکڑ لو''۔

یہ ہے وہ رفیق طریق یعنی شیخ کامل پس فانی بننے کی صورت یہ ہے کہ شیخ کامل کا دامن پکڑ لو۔

بیعت ضروری نہیں کام ضروری ہے

مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ کسی کے مرید ہو جاؤ، اس معاملہ میں بہت لوگ بڑی غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔لوگ بیعت کو ضروری یعنی شرط اور کافی یعنی علت سمجھتے ہیں کام نہیں کرتے یا بدوں بیعت کام کو نافع نہیں سمجھتے، پس خوب سمجھ لو کہ شیخ کا اتباع ضروری ہے، بیعت ہونا ضروری نہیں، یعنی اس پر اصرار نہ کرو کہ بیعت ہی ہو تو کام کروں گا بس کام کرنا چاہئے اور شیخ سے کام لینا چاہئے۔

مشائخ کا فرض منصبی

اب کام کی تفصیل بھی سنو! شیخ کے تو دو کام ہیں، ایک اصلاح، ایک ذکر کی تعلیم، اور ان میں بھی اصل کام اصلاح ہی ہے، ذکر اس کی اعانت و برکت کے لئے ہے، باقی اصلاح کیا چیز ہے؟ سو وہ نفس کو پاک کرنا ذمائم سے، یعنی تربیت باطنی کرنا، مگر اس کی اعانت کے لئے شیخ ذکر اللہ کی تعلیم کرتا ہے، یوں آدمی اصلاح کی خود بھی تدبیر کرسکتا ہے، مگر شیخ کی تعلیم میں غیبی برکت ہوتی ہے، باقی نرا وظیفہ بدوں اصلاح کے مطلق کافی نہیں ہے۔اس خیال کی بھی اصلاح ضروری ہے، بہت لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ نرا وظیفہ ہی اصلاح کے لئے کافی ہے، حالاں کہ اصلاح کی حقیقت ہی ہوائے نفس سے نکلنا ہے اگر ہوئ نفس کے اندر ہے تو فرمایئے نرا وظیفہ کیسے کافی ہوگا؟ یہ کام تو شیخ کا تھا۔

مریدین کی ذمہ داری

اور مرید کا اصل کام ہے اتباع اور اتباع کی تکمیل کے لئے دوسرا کام ہے شیخ کو حالات کی اطلاع۔ پس میں خلاصہ اور عطر تصوف کا بتلائے دیتا ہوں کہ اصل مقصود ہی کو ہدی کے تابع کرنا ہے اور یہ جب ہوگا کہ نفس ہے ہوا نکل جائے یعنی ہوائے نفس مغلوب ہوجائے اور یہ بات شیخ کے واسطہ سے حاصل ہوجاتی ہے پس یہ ہے خلاصہ۔

مطالعہ مواعظ وکتب قائم مقام شیخ ہیں

دوسرا جملہ یہ کہ اگر کسی کو شیخ کامل نہ ملے تو وہ یہ تدبیر کرے کہ مشائخ کے ملفوظات واحوال کا مطالعہ کرے اور کتابوں سے فنائے نفس کا طریقہ معلوم کر کے عمل کرے۔ مگر شیخ کی تلاش میں برابر رہے، کیوں کہ کتابوں کے مطالعہ سے شیخ کے برابر نفع نہیں ہوسکتا، پس جس کو شیخ میسر ہو وہ تو ایسا ہے جیسے طبیب سے علاج کرانے والا، اور جس کو نہ ملے وہ خود کتابوں میں تدابیر دیکھ کر ایسا علاج شروع کردے جس میں خطرہ نہ ہو۔ لیکن ایسا نفع تھوڑا ہی ہوگا، جیسا طبیب سے رجوع کرنے والے کو ہوتا ہے، غرض مشائخ کا فرض منصبی نفس کی اصلاح ہے، یعنی دواعی ذمیمہ کا مغلوب ہوجانا اور جیسے طلب ظاہر میں امراض جسم کے مغلوب کرنے کی تدابیر ہیں اور یہی معنی ہیں صحت کے کو دواعی مرض کے یعنی اخلاف وغیرہ بدن کے اندر باقی رہتے ہیں مگر اعتدال کے سبب مضر اثر نہیں کرتے، اسی طرح طب باطن میں امراض نفس کے مغلوب کرنے کی ایسی تدابیر ہیں جن کے استعمال سے باغی ذمیمہ کا اضمحلال ہوجاتا ہے، شیخ یہی تدابیر بتلاتا ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں کرتا اور یہ تدابیر تم خود بھی اپنے مطالعہ سے معلوم کرسکتے تھے، مگر تمہارا معلوم کرنا ویسا ہی ہوگا جیسے غیر طبیب کتب طب سے طریق علاج معلوم کرتا ہے اور دونوں کا فرق ظاہر ہے۔

حاصل تدابیر

اوران مجموعی تدابیر کا حاصل یہ ہے کہ اول تو علم شریعت حاصل کرے، تا کہ افعال واخلاق کا بھلا اور برا ہونا معلوم ہو کہ یہ چیز بری ہے اور یہ اچھی ہے پھر جو بری خواہش نفس کے اندر پیدا ہو اس کے مقتضا پر عمل نہ کرے اگر پھر خواہش پیدا ہو پھر ایسا ہی کرے، چند روز میں تقاضا جاتا رہے گا اور یہ زوال تقاضا ہر شخص کی استعداد کے موافق مختلف طور پر ہوگا (مثلاً کسی کو تین بار اس پر عمل کرنے میں نفع ہوگا، کسی کو زیادہ میں، کسی کو کم میں) اگر کچھ مدت تک ایسا کیا جائے تو مقاومت نفس آسان ہو جائے گی، یہ طریقہ دونوں شقوں کے ساتھ میں نے اس لئے بیان کر دیا کہ بعض دفعہ شیخ کامل نہیں ملتا تو اس صورت میں طالب کو کیا کرنا چاہیے؟ پس وہی یہ دو کام کرے، ایک تحصیل علوم، دوسرے ہوائے مذموم میں نفس کی مخالفت مگر یہ لازم ہے کہ شیخ کی تلاش میں رہے۔

شیخ کامل کی علامتیں

تیسرا جملہ یہ کہ یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ شیخ کامل کسے کہتے ہیں؟ پس سنئے کہ شیخ کامل کی سات علامتیں ہیں:

ایک علامت یہ ہے کہ اس کو علم دین بقدر ضرورت حاصل ہو۔ دوسرے یہ کہ علمائے حق سے اس کو مناسبت ہو۔ تیسرے یہ کہ جتنا علم رکھتا ہو اس پر عمل کا اہتمام ہو۔ چوتھے اس کی صحبت میں یہ برکت ہو کہ روز بروز دنیا سے دل سرد ہونے لگے اور حق تعالیٰ سے محبت بڑھنے لگے۔ پانچویں دقیق علامت ہے کہ وہ یہ کہ اہل علم اور اہل فہم کی توجہ اس کی طرف زیادہ ہو یعنی علماء اور صلحاء کا میلان اس کی طرف زیادہ ہو، امراء اور عوام الناس کا میلان زیادہ نہ ہو۔ چھٹے یہ کہ وہ کسی شیخ کامل کا مجاز ہو، یعنی کسی مشہور بزرگ نے اس کو بیعت وتلقین وغیرہ کی اجازت دی ہو۔

ساتویں یہ کہ اس کے اصحاب میں زیادہ کی حالت اچھی ہو۔یعنی اس کے ہاتھ سے لوگوں کو شفا حاصل ہوتی ہو اور طریق باطن میں شفا اسی کا نام ہے کہ اپنی حالت شریعت کے موافق ہو جائے، مولانا رومؒ ان ہی شرائط کا خلاصہ فرماتے ہیں:

کار مرداں روشنی وگرمی ست
کار دوناں حیلۂ وبے شرمی ست

''روشنی سے مراد معرفت اور گرمی سے مراد محبت ہے، یعنی شیخ کامل وہ ہے جسے معرفت حاصل ہو اور صحبت بھی''۔

ایک مقام پر مصنوعی پیروں کے بارے میں فرماتے ہیں:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

''کبھی کبھی شیاطین بھی مشائخ کی شکل بنا لیتے ہیں، پس ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے سے بچو''۔

شیخ کے حقوق

اور جب شیخ کامل مل جائے تو اس کے حقوق کے متعلق فرماتے ہیں:

نفس نتواں کشت الاظل پیر
دامن آں نفس کش را سخت گیر

اسی کو شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

در ارادت باش صادق اے فرید
تا بیابی گنج عرفاں را کلید
بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق
عمر بگذشت ونشد آگاہ عشق

''اے فرید! وارادت کے لئے کسی پیر صادق کا ہاتھ تھام لو کہ وہ تمہیں علم وعرفان کے خزانوں کی چابیاں تھما دے، بغیر رہنما کے جس نے بھی اس راہ عشق میں قدم رکھا عمر گزر گئی لیکن وہ اسرار عشق سے آگاہ نہ ہوا''۔

اور شیخ کے اور بھی حقوق ہیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ اس کا جی برا نہ کرے، اس کی کوشش کرے کہ اس کا دل میلا نہ ہو، یہاں تک کہ اگر وہ ادب و تعظیم سے خوش ہو تو اس کی تعظیم کرے اور جو تعظیم نہ کرنے سے خوش ہو تو تعظیم کرے، یہ نہ ہو کہ اپنی مرضی کے موافق عمل کرے اور شیخ کی مرضی کا اتباع نہ کرے یہ حاصل ہے اتباع شیخ کا۔

حاصل کلام یہ کہ

خلاصہ یہ ہے کہ اتباع ہویٰ کو ترک اور اتباع ہویٰ کو لازم کرنا چاہیئے، یہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اور اسی سے اصلاح ہو سکتی ہے بغیر اس کے منزل مقصود تک پہنچنا سخت دشوار ہے اور یہ سمجھ لیجئے کہ بدوں کئے ہوئے کوئی کام نہیں ہوتا، اس لئے کام کرنا اور ہمت سے کام لینا چاہیئے اس ہمت میں ہماری حالت یہ ہے کہ دنیوی امور میں تو جان لڑا دیتے ہیں اور دنیوی مقاصد کے حاصل کرنے میں عمریں ختم کر دیتے ہیں، مگر دین کے بارے میں دیکھا جاتا ہے کہ عام طور سے قصد ہی نہیں کرتے، بس یہ چاہتے ہیں کہ گھر بیٹھے بٹھائے دین مل جائے کچھ کرنا نہ پڑے، تو سمجھ لو کہ بدوں سعی کے کچھ نہیں ہوتا، عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق مرحمت فرمائے آمین!

اللہ کے احکام کی پابندی کا نام

اللہ کے احکام کی پابندی کا نام عبادت اور اطاعت ہے اور اسی کا نام اسلام ہے۔ عبادت کا مادہ عبد ہے اور عبد غلام کو کہا جاتا ہے۔ غلام وہ نہیں جو صرف آقا کے کہنے پر نماز تو پڑھ لے اور باقی کام اپنی مرضی سے کرتا رہے۔ غلام وہ ہے جو آقا کے

سب احکام کی پابندی کرے۔ خدا کے احکام اور ہدایت سے بغاوت اور مخالفت کا نام شرک ہے۔ شرک تمام احکام میں بھی ہوسکتا ہے اور کسی ایک حکم میں بھی۔ خدا کے احکام کے مقابلے پر کسی دوسرے کے حکم کی پابندی کرنا شرک ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے گا، بخش دے گا اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے''۔ (سورۃ النساء)

اگر ہم اپنے وجود کے حوالے سے اللہ کی رحمتیں دیکھنا چاہیں تو سب سے بڑی رحمت جو ہمیں محسوس ہوتی ہے وہ ہمارا انسان ہونا ہے۔ ایسا بھی ہوسکتا تھا کہ اللہ نے ہمیں کسی سانپ، مچھر، مکھی کی صورت میں یا لوگوں کے پاؤں تلے آنے والی چیونٹی کی صورت میں پیدا کیا ہوتا لیکن یہ اس کی مہربانی ہے کہ اس نے ہمیں نسلِ انسانی میں پیدا کیا اور بحیثیت مسلمان ہمیں اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہمیں مسلمان گھرانے میں پیدا کیا، ہمیں ایمان کی دولت آنکھ کھولتے ہی عطا کی، اللہ تعالیٰ مزید احسانات جو وہ ہم پر ساری زندگی کرتا رہتا ہے، ان کا شمار ناممکن ہے۔

ذرا سوچیں! ان تمام احسانات کے بدلے اللہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟ صرف یہی نا کہ ہم صرف اسی کی عبادت کریں، صرف اسی کا حکم مانیں، جن باتوں کا حکم دیا ہے، ان کی پیروی کریں۔ اسی پر کامل ایمان رکھیں۔ صرف اسی کے سامنے سجدہ کریں اور اسی سے مدد مانگیں اور اس کی رحمت دیکھیں کہ اس عظیم ہستی نے لوگوں کو شرک سے بچانے اور صحیح راستہ دکھانے کے لئے دنیا میں تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ جنہوں نے ہمیشہ کفر و شرک سے روکا اور صرف ایک خدا پر ایمان لانے کی تعلیم دی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ''جب ابراہیم نے اپنی قوم سے کہا: تم صرف ایک اللہ کے حکم کی پابندی کرو اسی سے ڈرو۔ حقیقت میں اللہ کے ساتھ تم جن

ہستیوں کی بندگی کرتے ہو وہ تم کو کوئی رزق نہیں دے سکتے۔ صرف ایک اللہ سے رزق مانگو اور اسی کی اصل غلامی کرو۔ آخر کار تم سب اسی کی طرف لوٹائے جانے والے ہو''۔ (سورۃ عنکبوت:۱۷-۱۶)

حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

قال اللہ تعالیٰ: وَاللّٰہِ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْم(البقرہ ۱۰۰)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

سلسلۂ عالیہ قادریہ کے مؤسس غوث الثقلین شیخ محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، مگر سلاسل اربعہ کے شہنشاہ آپ کے ہی باجگزار رہے۔ حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ قادریہ کے جید عالم دین ہیں۔ انہوں نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ ولایت میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ دنیائے ولایت کے واقفان اسرار اس بات پر متفق ہیں کہ تمام روحانی سلاسل حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وساطت سے پھیلے، نقشبندیہ سلسلہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے آپ کے جد مادری سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسلک ہے، ورنہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، اولیسیہ، مولویہ، مشاذلیہ، شطاریہ اور بندکیہ، صابریہ قدوسیہ، نظامیہ، امدادیہ، رشیدیہ، اشرفیہ، مسحیہ، ذکیّہ وغیرہ اسی منبع و مرجع کے مرہون احسان ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے حضرت سیدنا محی الدین ابی محمد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہا حیائے دین کے سلسلے میں وہ بطل جلیل اور رہبر عظیم ہیں جن کے دست برکت نے دین اسلام کو ایک مثالی شکل میں مریض پا کر حیات نو بخشی اور چار دانگ عالم میں محی الدین کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ دنیا کے تمام اولیاء کرام کے سردار اور نبوت کے بعد ولایت کے اس مقام اقصیٰ پر فائز ہیں جہاں اور کسی کو رسائی نصیب نہیں ہوئی۔ حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت رمضان المبارک ۴۷۱ھ کی چاند رات بمقام قصبہ جیلان علاقہ جیلان طبرستان سے کچھ آگے بحیرۂ اخضر کے قریب کے علاقے کا نام ہے۔ آپ والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی یعنی نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید ابوصالح ولی کامل تھے اور جنگ و جہاد سے بہت انس رکھنے کی وجہ سے جنگی دوست مشہور تھے۔ حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے نانا بزرگوار حضرت سید عبد اللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ بھی جیلان کے مشہور مشائخ سے تھے۔ کہتے ہیں کہ زمانۂ شباب میں حضرت سید ابوصالح بہ سلسلہ ریاضات ایک دریا کے کنارے سے جارہے تھے اور کئی روز سے کچھ نہیں کھایا تھا دریا کے کنارے پر ایک سیب پڑا ہوا دیکھا تو بسم اللہ کہہ کر کھالیا۔ کھانے کے بعد خیال پیدا ہوا کہ پتہ نہیں کس کا سیب تھا جو میں نے بلا اجازت کھالیا ہے۔ اس لئے پریشانی کے عالم میں دریا کے ساتھ ساتھ سیب کے مالک کی تلاش میں چل پڑے تاکہ اس سے اجازت حاصل کریں چند روز کی مسافت کے بعد دریا کے کنارے سیبوں کا ایک باغ نظر آیا جس کے درختوں سے پکے ہوئے سیب پانی پر لٹکے ہوئے تھے۔ حضرت سید ابوصالح سمجھ گئے کہ وہ سیب ان ہی درختوں کا تھا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ باغ حضرت سید عبد اللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ لہٰذا ان کی خدمت میں حاضر ہوکر بصد ادب بلا اجازت سیب کھالینے کے لئے معافی کے خواستگار ہوئے۔ حضرت سید عبد اللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ خود خاصان خدا میں سے تھے۔ سمجھ گئے کہ نیک وہونہار نوجوان ہے چنانچہ کچھ عرصہ کے لئے باغ کی رکھوالی کی شرط پیش کرکے کہا کہ اتنا عرصہ پر خدمت انجام دو۔ اس کے بعد معافی کے متعلق غور کیا جائے گا۔

آپ نے رضائے الٰہی کی خاطر یہ خدمت منظور کر کے نہایت دیانتداری سے وقت تعین تک اسے انجام دیا اور پھر حاضر خدمت ہو کر معافی کے طلب گار ہوئے۔ حضرت سید عبد اللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک شرط اور باقی ہے ورنہ یہ کہ میری ایک صاحبزادی آنکھوں سے اندھی، کانوں سے بہری، ہاتھوں سے لونجی اور پاؤں سے لنگڑی ہے اسے نکاح میں قبول کرلو تو بلا اجازت سیب کھانے کی معافی دے دی جائے گی۔ حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ نے قبول کیا اور بعد نکاح جب اپنی بیوی کو ان تمام ظاہری عیوب سے مبرا ہونے کے ساتھ ساتھ حسن ظاہری سے بھی متصف پایا تو خیال گزرا کہ یہ کوئی اور لڑکی ہے اور غلطی کے خیال سے بحال پریشان گھر سے باہر نکل آئے۔ حضرت عبد اللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ نے فراست باطنی سے پریشانی خاطر کا سبب معلوم کر کے کہا کہ اے بیٹے یہی تمہاری بیوی ہے اور میں نے اس کی جو صفات تم سے بیان کی تھیں وہ سب صحیح تھیں۔ یہ اندھی ہے کہ آج تک کسی غیر محرم پر اس کی نظر نہیں پڑی۔ یہ بہری ہے کہ کبھی خلاف حق بات نہیں سنی۔ نیز کبھی خلاف شرع کام نہ کرنے اور گھر سے باہر قدم نہ رکھنے کی وجہ سے سینجی اور لنگڑی بھی ہے۔ حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ ان دو پاکباز ہستیوں کی اولاد تھے۔ آپ کی پیدائش کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ ام الخیر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف سترہ سال تھی آپ مادرزاد ولی کامل تھے، آپ خود فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے ولی ہونے کا علم اس وقت سے ہوگیا تھا جب کم سنی میں مکتب کو جاتے ہوئے اپنے آگے پیچھے فرشتوں کو دیکھتا تھا۔ جو میرے ساتھ چلتے میری حفاظت کرتے اور مکتب پہنچنے پر لڑکوں کو کہتے کہ اللہ کے ولی کو بیٹھنے کے لئے جگہ عنایت فرمادو۔

حضرت پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کی کثرت پر تمام مورخین کا اتفاق ہے مگر آپ کی سب سے بڑی کرامت جس کی بدولت آپ دنیائے ولایت کے شہنشاہ مانے گئے۔ یہ ہے کہ ایک مرتبہ محلّہ جلسہ میں اپنے مہمان خانے میں وعظ فرماتے ہوئے آپ پر حالت کشفی طاری ہوئی اور آپ نے فرمایا: قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله "۔ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اس مجلس میں عراق کے اکابر مشائخ موجود تھے سب نے یہ ارشاد گرامی سن کر اپنی گردنیں خم کر دیں اور تمام کرۂ ارض پر جہاں جہاں کوئی قطب، ابدال یا ولی تھا۔ ہر ایک نے آپ کے یہ الفاظ سن کر گردن جھکا دی اور عارف کامل شیخ علی بن ابونصر السبتی نے جو مجلس میں حاضر تھے۔ اٹھ کر آپ کا قدم مبارک اپنی گردن پر رکھ لیا۔ بعد میں انہوں نے اپنے ارادت مندوں کے استفسار پر بتلایا کہ حضرت سید عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات از خود نہیں کہی بلکہ اسے کہنے کا انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا تھا۔

بہر حال حضرت پیرانِ پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر عمل کرنا اور ہر ولی اللہ اللہ کا خاص دوست ہوتا ہے، کیونکہ وہ کبھی بھی اپنے آپ کو عبادت دریافت سے خالی نہیں رہا کرتا بلکہ ہر وقت ہر آن اللہ کی عبادت اور اس کا ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو اپنی زندگیوں میں عین سیرتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق رکھتے ہیں۔

اقوال زریں حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ

۱) جس عمل میں تجھ کو حلاوت نہ آئے سمجھ لے کہ تو نے وہ عمل ہی نہیں کیا۔

۲) تیرے سب سے بڑے دشمن تیرے بڑے ہم نشین ہیں۔

۳) لوگوں کے سامنے معزز بنا رہ ورنہ افلاس ظاہر کرنے سے لوگوں کی نظروں میں گر جائے گا۔

۴) امیروں کے ساتھ عزت اور غلبہ سے مل اور فقیروں سے عاجزی اور فروتنی کے ساتھ۔

۵) تیری غفلت کی علامت اہل غفلت کے پاس بیٹھنا ہی ہے۔

۶) مخلوق کی محبت ان کی خیر خواہی کرنا ہے۔

۷) بہترین عمل دوسروں کو دینا ہے نہ کہ دوسروں سے لینا۔

۸) جو خلق کے ساتھ خلق میں فراخ تر ہو وہ خالق کے نزدیک برتر ہے۔

۹) رہائش کے قابل گھر بدن ڈھانکنے کیلئے کپڑا پیٹ بھر روٹی اور بیوی دنیا نہیں ہے۔

۱۰) خلوت میں خاموشی مردانگی نہیں۔ جلوت میں خاموشی سے رہ۔

۱۱) اگر تو نے اللہ تعالیٰ سے بھی بلند آواز سے کہا تو اس کی بھی بازپرس ہوگی۔

۱۲) جب ذکر قلب میں جگہ پکڑ جاتا ہے تو بندے کا اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا دائمی بن جاتا ہے اگرچہ زبان بند رہے۔

۱۳) حاکم کے جو حقوق تجھ پر ہیں بجالا اور جو چیزیں ان پر واجب ہے مطالبہ نہ کر۔

۱۴) موت سے پہلے یادِ خدا میں عزت ہے۔

۱۵) فصل کے کاٹنے کے وقت ہل چلانا اور بیج بونا بے سود ہے۔

۱۶) مصیبتوں کو چھپانے سے قربِ حق نصیب ہوگا۔

۱۷) مومن اپنے اہل و عیال کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑتا ہے اور منافق اپنے درہم و دینار پر۔

۱۸) مخلوق تین طرح کی ہے فرشتہ، شیطان، انسان، فرشتہ سرتاپا خیر ہے اور شیطان سرتاپا شر اور انسان بھی جس پر خیر غالب ہو وہ فرشتوں سے جاملتا ہے اور مخلوط کے خیر بھی رکھتا ہے اور شر بھی جس پر خیر غالب ہو وہ فرشتوں سے جاملتا ہے اور جس پر شر غالب ہو وہ شیطان ہے۔

۱۹) ہنسنے والوں کیساتھ ہنسا مت کر بلکہ رونے والوں کے ساتھ روتا رہا کر۔

۲۰) اگر تو خالق کے ساتھ ہے تو اس کا بندہ ہے اگر مخلوق کے ساتھ ہے تو مخلوق کا بندہ۔

۲۱) آخرت کو دنیا پر مقدم کر دونوں میں فائدہ حاصل کرے گا۔ جب تو نے دنیا کو آخرت پر مقدم رکھا تو دونوں میں نقصان اٹھائے گا۔

۲۲) کسی کی دشمنی یا کینہ کے خیال میں ایک رات بھی مت گذار۔

۲۳) تیرے اخلاق کی علامت یہ ہے کہ تو خلقت کی تعریف اور مذمت کی طرف توجہ نہ کرے اور ان کے مالوں میں طمع نہ کرے بلکہ ربوبیت کو اس کا حق دے اور منعم کے لئے عمل کرے نہ کہ نعمت کے لئے نہ کہ باطل کے لئے۔

۲۴) حیات کا دروازہ جب تک کھلا ہے غنیمت جانو وہ جلد ہی تم پر بند کیا جائے گا اور نیکی کے کاموں میں جب تک تمہیں قدرت ہے غنیمت جانو۔

۲۵) خالق کے ساتھ ادب کا دعویٰ غلط ہے جب تک تو مخلوق کے ادب کا خیال نہ رکھے۔

۲۶) جب عالم زاہد نہ ہو تو وہ اپنے ماننے والوں پر عذاب ہے۔

۲۷) مومن جس قدر بوڑھا ہوتا ہے اس کا ایمان طاقتور ہوتا ہے۔

۲۸) تو خلقت کو راضی کرنے میں خالق کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتا۔ دنیا کی عمارت کے عوض آخرت کو برباد کرتا ہے جلد ہی تو پکڑا جائے گا۔ تجھے وہ پکڑے گا جس کی گرفت حد درجہ دردناک ہے۔

۲۹) کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ تو اسے حکم کرتا ہے کہ وہ تیری قسمت کو بدل ڈالے کیا تو اس سے زیادہ حاکم اور اس سے زیادہ عادل اور اس سے زیادہ رحیم ہے اور ساری خلقت اس کے بندے ہیں تو سکون خاموشی اور گونگا رہنا لازم پکڑ۔

۳۰)قول بے عمل اور عمل بے اخلاص نا قابل قبول ہیں۔

۳۱)تم مشغول ہو ایسی چیز جمع کرنے میں جس کو پا نہ سکو گے آرزو رکھتے ہو ایسی چیزوں کی جس کو پا نہ سکو گے تعمیر کرتے ہو ایسے مکان جن میں بس نہ سکو گے، یہ ساری چیزیں تم کو تمہارے رب سے دور کرتی ہیں۔

۳۲)خوش رہو اللہ تعالیٰ کے تغیر و تبدیل سے جو کچھ وہ تمہارے حق میں پسند کرے جب تم اس کے ساتھ اس طرح رہو گے تو ضرور وہ تمہاری وحشت کو امن سے بدل دے گا۔

۳۳)صبر اختیار کرو، کیونکہ دنیا تمام آفات و مصائب کا مجموعہ ہے۔

۳۴)جب کوئی تم سے کوئی بات تمہاری بے آبروئی کی یا رنج دینے والی کسی شخص کی طرف سے نقل کرے اسے جھڑک دو اور کہہ دو کہ تو نے ہمارے پس پشت یہ بات کہی ہے اور تو ہمارے منہ پر کہتا ہے اس نے ہم کو سنائی نہیں تھی لیکن تو نے سنا دی ہے۔

۳۵)وہ کیا ہی بدنصیب انسان ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے جانداروں پر رحم کرنے کی عادت پیدا نہیں کی۔

۳۶)تمام خوبیوں کا مجموعہ علم سیکھنا ہے اور عمل کرنا پھر اوروں کو سکھانا۔

حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کے ان اقوال زریں اور وصیتوں کو زندگی کا لائحہ عمل بنالیں۔ انشاء اللہ زندگی میں کامیابی اور آخرت میں عظیم درجات حاصل ہوں گے۔

اسلاف کی شانِ بے نیازی کے واقعات و حالات

قال اللہ تعالیٰ: أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِيْ أَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوا يُوعَدُونَ (الاحقاف ۱۶) ترجمہ: یہی وہ (خوش نصیب) ہیں، قبول کرتے ہیں ہم جن

کے بہترین اعمال کو اور درگذر کرتے ہیں ہم جن کی برائیوں سے، یہ جنتیوں میں سے ہوں گے اللہ کا وعدہ سچا ہے جو ایمان والوں سے کیا گیا ہے۔

مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بار یوپی کے انگریز گورنر نے شیخ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش کی، یہ اس دور کی بات ہے جب ۱۸۵۷ء کی تحریک کو سختی کے ساتھ کچلا گیا تھا اور اس کے نتیجہ میں انگریز کے دبدبہ وہیبت سے رعایا ہر وقت لرزاں رہتی تھی۔ ایسے وقت میں ایک انگریز گورنر کی آمد کی خبر سے گنج مراد آباد میں ہلچل مچ جانا ایک فطری بات تھی، چنانچہ گاؤں کی پوری آبادی گورنر کے استقبال وغیرہ کی تیاریوں میں لگ گئی، ادھر مریدوں کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ خانقاہ شیخ میں نہ تو کوئی کرسی ہے نہ ڈیسک اور گورنر اس کے بغیر بیٹھ نہیں سکے گا، حضرت شیخ جو اس ہنگامہ سے بے خبر یادِ الٰہی میں محو تھے، اس بھاگ دوڑ کی وجہ دریافت فرمانے لگے، عرض کیا گیا ریاست متحدہ کے گورنر حضرت سے ملنے آرہے ہیں اور یہاں اس کے شایانِ شان ایک کرسی تک نہیں، شیخ نے اس خبر کو حقیر اور معمولی سمجھتے ہوئے لوگوں کے اس اہتمام اور تگ ودو پر سخت ناگواری ظاہر کی، اب شیخ نے چاہا کہ ان لوگوں کو اربابِ دنیا کی حقارت اور آخرت کی عظمت کا ایک ناقابل فراموش درس دیں، چنانچہ شیخ گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اچانک خدام سے دریافت فرمایا کیا یہاں خانقاہ میں پانی کا مٹکہ نہیں ہے؟ عرض کیا: ''جی موجود ہے'' فرمایا اس کو میرے نزدیک الٹا رکھ دو، تاکہ گورنر آکر اس پر بیٹھ سکے'' خدام یہ سن کر حیرت سے خاموش رہے۔

جب گورنر آئے تو محبوب حقیقی کی عظمتوں میں مستغرق شیخ نے عام لوگوں کی طرح دیر تک اس سے باتیں کیں، کسی بات سے بھی یہ ظاہر نہ ہوسکا کہ وہ کسی بلند

مرتبت اور صاحب اقتدار حاکم سے باتیں کر رہے ہیں، بلکہ حضرت شیخ نے گورنر کی حکومت پر تنقید بھی کی اور فرمایا کہ رشوت ستانی اور ظلم تمہاری حکومت میں عام ہو گیا ہے، گورنر کے ساتھ اس کی بیوی بھی آئی تھی جو قریب ہی بیٹھی تھی، حضرت نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ تم میں شرم وحیا کی کمی ہے، گورنر آخر تک سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا۔

حضرت ایوب بن ابی تمیم سختیانی رحمۃ اللہ علیہ

ایوب بن ابی تمیم سختیانی رحمۃ اللہ علیہ تابعی جو اقلیم علم وعمل کے تاجدار تھے، ارباب دولت اور شہرت ونمود سے دور بھاگتے تھے، یہاں تک کہ لوگوں کی نظروں سے بچنے کے لئے عام راستوں سے ہٹ کر دور دراز راستوں اور گلیوں کو اختیار کر لیتے کہ لوگوں کی نگاہ سے بچیں، ارباب جاہ وسطوت سے اعراض وگریز کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو اپنا لڑکا بکر دنیا میں سب سے زیادہ محبوب ہے لیکن میرے گھر پر خلفاء، وسلاطین اور اپنی مجالس میں امراو حکام کے آنے کے عوض میں اپنے بیٹے کے دفن کرنے کو ترجیح دوں گا۔

حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر تابعی اور اجلۂ امت میں سے ہیں، ساری زندگی زہد وقناعت اور فقر واحتیاج میں گزاری، مگر بایں ہمہ وہ امرا و اعیان دولت سے نہ صرف اعراض وبے نیازی برتتے بلکہ ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کو روٹی تک میسر نہ تھی، اس کے باوجود ان کی مجلس میں اغنیاء اور سلاطین سب سے زیادہ حقیر اور فقیر معلوم ہوتے تھے، غایت فقر واحتیاج کے باوجود ان کی جرأت وبے باکی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار

جب خلیفہ ہشام نے کسی ایسے مسئلہ کے بارے میں ان کو لکھا جس سے صحابہ رضی اللہ عنہ کے ایک گروہ پر تنقید مقصود تھی تو انہوں نے شاہی پیغام رساں کے سامنے ہی خط بکری کو کھلا دیا اور فرمایا: ''اس خط کا یہی جواب ہے''۔

حضرت رجاء بن حیٰوۃ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت رجاء بن حیوۃ ایک یگانہ علم وفضل اور یکتائے زہد وتقویٰ تابعی تھے، ان کا شیوہ بھی زندگی بھر یہی رہا کہ امراء وسلاطین کے یہاں حاضری اور حاجب ودربان کی منت کشی سے ہمیشہ اجتناب کرتے اور اگر کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرماتے کہ مجھ کو اس رب العالمین کی ذات کافی ہے جس کیلئے میں نے ان کو چھوڑا، ان کی زندگی کا اہم کارنامہ اور ملت محمدی پر ان کا بڑا احسان یہ ہے کہ سلیمان بن عبد الملک نے انہی کے مشورے سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ نامزد کیا تھا۔

حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ ایک بار حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے، ان کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا کہ بہت بھوکے ہیں، چنانچہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا حاضر کرنے کی اجازت طلب کی، اجازت ملنے پر اکرام ضیف کے خیال سے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر کے بجائے اپنے دولت مند چچا کے یہاں مختلف انواع واقسام کے کھانوں سے سجا ہوا خوان لا کر پیش کیا، حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لقمہ لیا اور منہ میں گھماتے رہے لیکن نگل نہ سکے اور جب کھڑے ہو کر جانے لگے تو دروازہ پر پہنچ کر اس لقمہ کو بھی اگل دیا، حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے وجہ پوچھی تو فرمایا: ''بھائی میری ناک مشتبہ کھانے کی بو کو برداشت ہی نہیں کر سکتی'' اللہ اکبر۔

تواضع کی حقیقت

ایک بار حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ جب میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو مجھ کو ایسا لگتا ہے کہ جتنے لوگ مجلس میں بیٹھے ہیں سب مجھ سے افضل ہیں اور میں ہی سب سے نکما اور ناکارہ ہوں، مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ نے سن کر فرمایا ارے یہی حالت تو میری بھی ہوتی ہے، پھر دونوں نے مشورہ کیا کہ ہم حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اپنی حالت ذکر کرتے ہیں نہ معلوم یہ حالت اچھی ہے یا بری، چنانچہ دونوں حضرات نے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی مذکورہ کیفیت وحالت بیان کی، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا: ”فکر کی بات نہیں، اس لئے کہ تم دونوں اپنی یہ حالت بیان کررہے ہو، حالاں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب میں بھی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو میری بھی حالت یہی ہوتی ہے کہ اس مجلس میں سب سے زیادہ نکما اور ناکارہ میں ہوں، یہ سب مجھ سے افضل ہیں“۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی رفعت شان

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر ج:۱۶، ص:۱۷۴ پر لکھا ہے کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف فرما تھے، اچانک ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آتے ہوئے دکھائی دیئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: ”یَارَسُولَ اللّٰہِ ھٰذَا اَبُو ذَرٍّ قَدْ اَقْبَلَ“ (یہ جو آرہے ہیں ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’اَوَ تَعْرِفُوْنَہٗ‘ (کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟) آپ تو آسمانی مخلوق ہیں، مدینہ کے لوگوں کو آپ کیسے جان گئے؟ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو آپ نے کیسے پہچان لیا؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:

"ھُوَ اَشْھَرُ عِنْدَنَا مِنْهُ عِنْدَکُمْ". (مدینہ میں ان کی جتنی شہرت ہے، اس سے زیادہ یہ آسمان میں ہم فرشتوں کے درمیان مشہور ہیں)

حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: بِمَا ذَا نَالَ ھٰذِهِ الْفَضِیْلَةَ؟ (یہ فضیلت ان کو کیسے ملی؟)

حضرت جبرئیل نے عرض کیا: ان کو یہ فضیلت دو اعمال سے ملی ہے، ایک قلبی ہے اور دوسری قالبی (یعنی ایک دل کا عمل ہے اور دوسرا جسم کا) دل کا عمل کیا ہے؟ لِصِغْرِهٖ فِیْ نَفْسِهٖ یہ دل میں اپنے کو بہت حقیر سمجھتے ہیں، اللہ کو یہ ادا بہت پسند ہے، جو بندہ اپنے کو چھوٹا اور حقیر سمجھتا ہے اللہ کو اس کی یہ ادا بہت پسند آتی ہے کہ میرا بندہ بندگی کا حق ادا کر رہا ہے۔

اور ابوذر رضی اللہ عنہ کا دوسرا عمل باعث فضیلت کثرت قراتہ قُلْ ھُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ہے (یعنی یہ سورہ اخلاص کی تلاوت بہت کثرت سے کرتے ہیں) ان دو اعمال کی برکت کی وجہ سے ان کی شہرت آسمان کے فرشتوں میں زمینی لوگوں سے زیادہ ہے۔

اللہ ساری دنیا کو رزق کس طرح دیتا ہے؟

تفسیر روح المعانی میں آیت: "وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُھَا" کی تفسیر کے ذیل میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان فرمایا ہے: "ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خیال آیا کہ اللہ عالی ساری دنیا کو رزق کس طرح دیتا ہے، یہ شک وشبہ نہیں تھا، کیوں کہ انبیاء کا ایمان کامل ہوتا ہے، تفصیل جاننے کے لیئے ایسا ایک خیال سا دل میں گزرا۔

چنانچہ اللہ جل شانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت حکم دیا کہ ذرا سامنے والی چٹان پر اپنا عصا مارو، لاٹھی مارتے ہی چٹان کی ایک تہہ اڑ گئی، اسی طرح لاٹھی مارنے سے جب چٹان کی تین تہیں اڑ گئیں تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا: موسیٰ علیہ السلام! ذرا آگے بڑھ کر

منظر دیکھو، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ چٹان کی تیسری تہہ کے اندر چھپا ہوا ایک کیڑا اپنا پتہ کھا رہا ہے اور ساتھ ہی شکر و امتنان کا یہ وظیفہ بھی پڑھتا جا رہا ہے۔

سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِيْ (پاک ہے وہ اللہ جو مجھے دیکھ رہا ہے)

وَيَسْمَعُ كَلَامِيْ (اور جو میری بات کو سنتا ہے)

وَيَعْرِفُ مَكَانِيْ (اور جو میرے رہنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے)

وَيَذْكُرُنِيْ وَلَا يَنْسَانِيْ (اور جو مجھ کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے اور کبھی نہیں بھولتا)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ پیکرِ جود و سخاوت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ ایک دن گھر میں تشریف لائے، کچھ اداس وغمگین اور چہرہ اترا ہوا، یہ دیکھ کر اہلیہ نے پوچھا آج آپ اتنے غمگین کیوں ہیں؟ کیا کوئی خاص بات پیش آگئی ہے؟

فرمایا: ''خزانے میں دولت اتنی جمع ہوگئی ہے کہ میرے دل کے اوپر بار پڑ رہا ہے اور اسی کے باعث میرا دل پریشان ہے''۔

نیک دل بیوی، بیوی بھی صحابیہ رضی اللہ عنہا تھیں وہ بولیں: ''پھر آپ نے کیا کیا؟'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بہت سوچا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے!'' بیوی نے بلا توقف عرض کیا: ''اس میں گھبرانے یا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ ابھی سے صدقہ کرنا شروع کر دیجئے اور سب غریبوں میں تقسیم کر دیجئے'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرطِ مسرت سے کھل اٹھے اور فرمایا:

واقعی تم نے تدبیر تو بہت اچھی بتائی، اس کے بعد فوراً خزانچی کو حکم دیا کہ خزانہ کی تقسیم شروع کر دو، صبح کو جو حساب لگایا تو رات بھر میں چھ لاکھ سے زیادہ رقم غریبوں میں تقسیم ہوئی تھی، پھر آ کر بیوی کے ہاتھ چوم کر کہا اللہ تم کو جزائے خیر دے، کیسی اچھی تدبیر بتائی، میرا دل ہلکا ہو گیا۔

رات کے عبادت گزار، دن کے شہسوار

جنگ فارس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی تعداد تیس ہزار تھی اور فارسیوں کی فوج تین لاکھ مسلح نفوس پر مشتمل تھی اور ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ محض درویشوں کا ایک لشکر، کسی کے پاس فوجی وردی کا کیا ذکر، کسی کے پاس کرتا ندارد تو کوئی لنگی باندھے، کسی کے پاس لمبا کرتا، اگر کسی کے پاس پگڑی نہیں تو رسی باندھ رکھی ہے، کسی کے ہاتھ میں نیزہ، کسی کے ہاتھ میں تلوار، کسی کے ہاتھ میں خنجر، مگر بایں ہمہ بے سروسامانی درویشوں کے لشکر کی کیفیت یہ تھی کہ جب لاکھوں کی تعداد میں فارسی فوجی ہجوم کرتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھوکے شیروں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑتے تھے اور حریف مخالف بیلوں کی طرح بھاگتے تھے، نتیجتاً اسلامی فوج غالب رہی، پورے فارس میں ایک تہلکہ مچ گیا۔

فارسی فوج کا کمانڈر انچیف رستم تھا، اس نے تمام سرداروں اور لفٹنٹوں کو جمع کر کے ان سے کہا: ”یہ غضب کی بات ہے کہ ہمارا لشکر تین لاکھ اور عرب کے بدو کل تیس ہزار، پھر ان لوگوں کے پاس کوئی باقاعدہ سامان نہیں ہے، ہم ہر طرح کے فوجی سامان سے لیس ہیں، یہ لوگ بہت دور دراز ملک سے آکر ہمارے ملک پر حملہ آور ہیں، مگر بایں ہمہ جب وہ حملہ کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے بھوکے شیر ہیں اور تم لوگ لومڑیوں کی طرح بھاگتے ہو؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟“

سرداروں نے کہا: ”اے رستم! اگر ہماری جان کی امان ہو تو ہم سچی سچی بات کہہ دیں؟“ رستم کی اجازت ملنے پر وہ تمام سرداران فوج ایک زبان ہو کر یوں گویا ہوئے ”ارے رستم! سچی بات تو یہ ہے کہ یہ مٹھی بھر عرب تیرے ملک پر غالب آکر رہیں گے، پورے ایران پر انکا قبضہ وحکومت ہوگی، یہ لوگ ہارنے والے نہیں ہیں، شکست تمہاری ہوگی“۔

رستم نے فرطِ تعجب سے پوچھا "کیوں ایسا کس وجہ سے؟"

انہوں نے جواب دیا: "اسکی وجہ یہ ہے کہ ان بظاہر بے سروسامان لوگوں کی شان یہ ہے کہ: ھُمْ بِاللَّیْلِ رُھْبَانٌ وَفِی النَّھَارِ فُرْسَانٌ 'دن بھر گھوڑے کی پشت پر سوار جہاد میں مصروف رہتے ہیں اور رات میں مصلیٰ کی پشت پر سوار ہوکر اللہ کے آگے گڑگڑاتے ہیں کہ: اے مالک! ہم میں کوئی طاقت نہیں، طاقت والا تو ہے، ہم تیرے سپاہی ہیں، فتح وشکست سب تیرے ہاتھ میں ہے، ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں"۔

مزید برآں ان کی کیفیت یہ ہے کہ یہ اللہ والے لوگ جس بستی میں داخل ہوتے ہیں ان کی برکات سے سوکھی کھیتیاں سرسبز وشاداب ہوجاتی ہیں، یہ دوسروں کی بہو بیٹیوں کی اسی طرح حفاظت کرتے ہیں، جیسے اپنی بہو بیٹیوں کی اور اے رستم! تیرا یہ لشکر شراب پیتا ہے، جس گاؤں میں جاتا ہے وہاں کی بہو بیٹیوں کی عزتیں برباد ہوجاتی ہیں، تیرے یہ فوجی جس کھیتی اور باغ میں پہنچ جاتے ہیں پھل اجڑ جاتے ہیں، کھیتیاں برباد ہوجاتی ہیں، یہ اثرات تو تیری فوج کے ہیں اور وہ افعال ان کو فوج کے، ایسی صورت میں غلبہ تجھ کو حاصل ہوگا یا ان کو۔

پچاس ہزار کا قرض معاف کردیا

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قرض دینے کے معاملے میں بہت فراخ دل واقع ہوئے تھے۔ ہزاروں لوگ آپ سے بڑی بڑی رقمیں قرض لیتے تھے، ان میں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے جن کی نیت قرض لینے کے بعد بدل جایا کرتی تھی اور وہ واپس نہ کرنا چاہتے تھے۔

چنانچہ ایک شخص نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پچاس ہزار درہم کا قرض لیا، اب یا تو یہ کہ اس کو اتنی بڑی رقم کی ادائیگی کی استطاعت نہیں رہی تھی، یا پھر یہ کہ اس کی نیت بدل گئی، بہرحال اس نے کترانا شروع کردیا، جب بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو

سامنے سے آتے دیکھا، پاس کی کسی گلی میں گھس گیا، پھر دیکھا کہ ادھر ہی سے چلے آرہے ہیں تو جلدی سے دوسری گلی میں گھس گیا، غرض سامنے نہیں پڑتا تھا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی فراست سے حقیقت حال کی تہہ تک پہنچ گئے، چنانچہ ایک بار وہ قرض دار اسی طرح حسب معمول امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر گلی میں گھسنے ہی جا رہا تھا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لپک کر اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا:

بھائی ہم نے کیا قصور کیا، جو تم ہم سے کترانے لگے؟ ہم کوئی اچھوت اقوام میں سے ہیں کہ ہم سے کنارے کنارے چلو؟ آخر کیا بات ہے؟ اب وہ قرض دار چپ، کیا بولے؟ دل میں تو چور تھا ہی، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیسہ واپس کرنے کو جی نہیں چاہتا؟ شاید تمہارے کترانے کی یہی وجہ ہے؟ بھائی دیکھو مال کی وجہ سے تعلقات خراب کرنیکی ضرورت نہیں، جاؤ پچاس ہزار درہم بالکل معاف، مگر تعلقات پر پانی نہیں پھیرنا چاہئے، آمد ورفت ویسی ہی رکھنی چاہئے، بالکل معاف تم کو ایک پائی بھی نہیں دینی پڑے گی۔

افضل ترین اعمال

قال اللہ تعالیٰ: وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا. (بنی اسرائیل ۲۳) اور حکم فرمایا آپ کے رب نے کہ نہ عبادت کرو بجز اس کے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

سب سے بڑا فریضہ

حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ماں باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤ سب سے بڑا اور اہم الٰہی فریضہ ہے۔ (میزان الحکمۃ، ج:۱۰، ص:۷۰۹)

بہترین اعمال

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سب افضل و بہترین اعمال یہ ہیں: وقت پر نماز پڑھنا، ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

(بحار الانوار، ج:۷۴، ص:۸۵)

ماں باپ سے انس و محبت

ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے ماں باپ بوڑھے ہیں اور مجھ سے انس و محبت کی بنا پر وہ مائل نہیں ہیں، کہ جہاد کے لئے جاؤں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے ماں باپ کے پاس ہی رہو۔ خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان کا تم سے ایک روز انس و محبت کرنا ایک سال کے جہاد سے افضل و بہتر ہے۔ (البتہ یہ اس صورت میں ہے جب جہاد واجب کفایہ ہو اور دوسرے لوگ جہاد کیلئے جا رہے ہوں، واجب عین ہونے کی صورت میں ہر ایک کو جہاد پر جانا پڑے گا۔ (بحار الانوار، ج:۷۴، ص:۲۵)

پسندیدہ عمل

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ خدا کے نزدیک سب سے پسندیدہ کام کیا ہے؟ فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا، میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا: ماں باپ کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرنا۔ پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ (بحار الانوار، ج:۷۷، ص:۷۰)

ماں باپ کی طرف دیکھنا

جو بھی نیک اور صالح بیٹا اپنے ماں باپ کی طرف مہر و محبت سے دیکھتا ہے اسے ہر نگاہ کے عوض ایک کامل اور مقبول حج کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے

سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! چاہے وہ ہر روز سو مرتبہ دیکھے جب بھی؟ فرمایا: ہاں، خداوند عالم تو سب سے بڑا اور سب سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ (بحارالانوار، ج:۷۴، ص:۷۳)

ماں باپ کی عظمت

حضرت امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خداوند عالم نے تین چیزوں کو تین چیزوں کے ساتھ انجام دینے کا حکم دیا ہے: ۱-نماز کو زکوٰۃ کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا ہے پس جو شخص نماز پڑھے اور زکات ادا نہ کرے اس کی نماز قبول نہیں ہے۔

۲-اپنے شکر کے ساتھ والدین کا شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے، پس جو شخص اپنے ماں باپ کا شکریہ ادا نہ کرے اس نے خدا کا شکر ادا نہیں کیا۔

۳-تقوائے الٰہی کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیا ہے، پس جس نے صلہ رحمی یعنی اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اس نے تقوائے الٰہی بھی انجام نہیں دیا۔ (بحارالانوار، ج:۷۴، ص:۷۷)

ماں باپ کا احترام

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ماں باپ کے ساتھ نیکی اللہ کے سلسلے میں بندے کی بہترین معرفت کا ثبوت ہے کیوں کہ اللہ کی خاطر مسلمان ماں باپ کے احترام سے بڑھ کر کوئی بھی عبادت انسان کو خدا کی رضا و خوشنودی تک نہیں پہنچاتی۔

(بحارالانوار، ج:۷۴، ص:۷۷)

ماں باپ کی اطاعت

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ماں باپ کے سلسلے میں اللہ کے حکم کی اطاعت کرے، جنت کے دو دروازے اس کے لئے کھول دیئے جائیں گے اور اگر ان میں سے کسی ایک کے سلسلے میں اللہ کا حکم بجالائے تو اس پر جنت کا ایک در کھولا جائے گا۔ (کنزالعمال، ج:۱۶، ص:۴۶۷)

اطاعت والدین کی اہمیت

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے ماں باپ اور اپنے پروردگار کا اطاعت گزار بندہ قیامت کے دن بلند ترین مرتبہ پر فائز ہوگا۔ (کنز العمال، ج:۱۶،ص:۴۶۷)

ماں باپ کا قرض ادا کرنا

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ماں باپ کی طرف سے حج یا ان کا قرض ادا کرے، خداوند عالم قیامت کے دن اسے نیک اور صالح لوگوں کے ساتھ اٹھائے گا۔
(کنز العمال، ج:۱۶،ص:۴۶۸)

ماں باپ کی خوشنودی

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے ماں باپ کو خوش کیا اس نے خدا کو خوش کیا اور جس نے ماں باپ کو ناراض کیا اس نے خدا کو ناراض وغضب کیا۔
(کنز العمال، ج:۱۶،ص:۴۷۰)

ماں باپ کے ساتھ نیکی کی جزا

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام پروردگار عالم سے مناجات میں مشغول تھے آپ نے ایک شخص کو عرش الٰہی کے سایہ میں ناز ونعمت میں سرشار دیکھا عرض کیا خدایا! یہ کون ہے جس پر تیرا عرش سایہ کئے ہوئے ہے؟ خداوند عالم نے فرمایا: وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرتا تھا اور کبھی کسی کی چغلی نہیں کرتا تھا۔
(بحار الانوار، ج:۷۴،ص:۶۵)

ماں باپ کے ساتھ نیکی کے لئے سفر

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دو سال کی مسافت طے کرکے اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور ایک سال کی راہ طے کرکے اعزا اور اہل خاندان کے ساتھ

حسن سلوک کرو۔ (یعنی اگر ماں باپ اتنے زیادہ فاصلے پر ہوں کہ وہ دوری دو سال میں طے ہوتی ہے تو بھی ان کی خدمت میں پہنچ کر ان کے ساتھ نیکی کرنا اہمیت رکھتا ہے۔ (بحارالانوار، ج:۷۴، ص:۸۳)

عمر اور روزی میں اضافہ

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی عمر طویل اور روزی زیادہ ہو وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی اور اپنے اہل خاندان کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (کنزالعمال، ج:۱۶، ص:۴۷۶)

ماں باپ کے ساتھ نیکی کے آثار

حنان ابن سدید کہتے ہیں کہ ہم حضرت امام صادق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تھے اور میسر بھی ہمارے درمیان موجود تھے (اس وقت) اہل خاندان کے ساتھ صلہ رحمی کی بات چھڑی تو امام صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے میسر تمہاری موت کئی مرتبہ آئی لیکن (ہر مرتبہ) اہل خاندان کے ساتھ تمہارے نیک برتاؤ کی بنا پر خدا نے اسے ٹال دیا اور اگر تم چاہتے ہو کہ خداوند عالم تمہاری عمر زیادہ کرے تو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ (بحارالانوار، ج:۷۴، ص:۸۴)

پہلے ماں کے ساتھ نیکی کرو

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایک شخص نیحضور اکرم ﷺ سے یافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا: ماں کے ساتھ، عرض کیا، اس کے بعد کس کے ساتھ نیکی کروں؟ فرمایا: ماں کے ساتھ، عرض یا پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: ماں کے ساتھ، عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا: باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ (بحارالانوار، ج:۷۴، ص:۴۹)

ماں باپ کے ساتھ نیکی کا بدلہ

حضرت مرسل اعظم ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرو تا کہ تمہاری اولاد تمہارے ساتھ نیکی کرے۔ لوگوں کی عورتوں کی طرف نگاہ نہ اٹھاؤ تا کہ دوسرے تمہاری عورتوں کی طرف نہ دیکھیں۔ (کنز العمال، ج:۱۶، ص:۴۶۶)

باپ کا حق

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے نقل ہے کہ آپ نے فرمایا: ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ بیٹے پر باپ کا حق کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ● اسے نام لے کر نہ پکارے، ● راستہ چلنے میں اس کے آگے نہ بڑھ جائے، ● اس سے پہلے نہ بیٹھے، ● کوئی ایسا کام نہ انجام دے کہ لوگ اس کے باپ کو برا بھلا کہیں۔ (بحار الانوار، ج:۷۴، ص:۴۵)

محبت کی نگاہ

میٹھے میٹھے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: ماں باپ پر بیٹے کی محبت بھری نگاہ عبادت ہے۔ (بحار الانوار، ج:۷۴، ص:۴۹)

والدین کے ساتھ حسن سلوک

ابولاسود حناط کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے اللہ کے قول ''وبالوالدین احسانا'' کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ماں باپ کے ساتھ احسان کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور انہیں اپنی ضرورت کا اظہار کرنے پر مجبور نہ کرو۔ (یعنی ان کے تقاضا کرنے سے پہلے ہی ان کی ضرورت پوری کرو)۔ (بحار الانوار، ج:۷۴، ص:۹۷)

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی رحمۃ اللہ علیہ

وَ اَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ. ترجمہ: اور اچھے کام کرو، بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اچھے کام کرنے والوں سے۔ (البقرہ ۱۹۵)

شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲ رربیع الاول ۷۹۱ھ (مدفن قصر عارفاں بخارا ازبکستاں) کا شمار ان صاحبان نعمت صاحبان دل حضرات میں ہوتا ہے جنہیں اوائل عمر ہی میں اتنا کچھ مل گیا جو کسی کو تیس چالیس سال کے مجاہدات نفس پر بھی نہ مل سکا۔ بالآخر یہ حالت ہوگئی کہ فقر وفاقہ کو جو صوفیاء کرام کے چلّوں کی جان ہوا کرتی تھیں کھیل سمجھنے لگے یعنی آپ میں اتنی خودداری پیدا ہوگئی جسے اچھی غذائیں بھی نہ دبا سکتی تھیں، جو نہایت مشکل کام ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ مصر میں جب آپ نے کسی مشہور پیر کو دیکھا جو اس طرح چلہ گزار کے نکلے تھے کہ ہر روز ایک مغز بادام سے افطار کرتے تو آپ نے فرمایا: شاہ صاحب! یہ کیا مذاق ہے؟ انہوں نے کہا: نفس کو اس کے بغیر آرام نہیں ہوتا، آپ نے فرمایا: نفس کے شر سے بچنا اور چیز ہے اور اس کا مخالف ہونا اور شئے ہے۔ مزا تو جب ہے کہ دن بھر کے روزہ کے بعد شام کو ایک بکرا کھایئے اور رات بھر عبادت کیجئے۔ مخاطب بزرگ نے کہا: اس جرأت اور حوصلہ کا آدمی تو آج تک دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا: بندہ کو آزما کر دیکھئے۔ آپ ہی کے ہاں چلہ کروں گا۔ چنانچہ چالیس دس متواتر دن کو روزہ رکھتے، شام کو ایک پورا بھنا ہوا بکرا تناول فرماتے اور رات بھر عبادت الٰہی میں بسر کرتے۔ سونا لیٹنا تو ایک طرف رہا، کہتے ہیں کہ چالیس دن تک آپ کو پیشاب پاخانے کی حاجت نہیں ہوئی۔

آپ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو درجہ معشوقیت حاصل تھا، کیونکہ آپ کا کلام جابجا دعاوی (دعووں) سے بھرا ہوا ہے۔ دو مثالیں درج ذیل ہیں:

(ا)

علم ام الکتاب حاصل ماست	ہمیں لوح محفوظ کا علم حاصل ہے۔
لوح محفوظ حاصل دل ماست	بلکہ یوں کہوں کہ لوحِ محفوظ ہمارے ہی دل سے اخذ کی گئی ہے۔
آنچہ بحرِ محیط خوانندش	لوگ جسے بحر بیکراں کے نام سے یاد کرتے ہیں۔
نزد ماں آں سراب صحرا ماست	ہمارے نزدیک اس کی حقیقت ریگستان کے سراب سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔
آں حقیقت کہ بہ شکل ہمہ اوست	حقیقت تو یہ ہے کہ "ہمہ اوست" کے نظریہ کے بہ مصداق ہیں۔
مشکل حل وحل مشکلات ماست	جو ایک مشکل مسئلہ ہے لیکن ہمارے مسائل کا حل بھی۔
منزلاتے کہ دیدۂ درراہ	جو منزلیں کہ تم (روحانی) راستے میں دیکھتے ہو۔
منزلِ چند از منزلِ ماست	یہ ہماری ہی منزلوں میں سے ایک منزل ہے۔
اسم اعظم کہ صوتش مائیم	اسم اعظم کہ جس کی صورتی مثالیں ہم ہیں
جمع معنی وفت ہیکل ماست	ہمارے ہی ہمہ جہت شخصیت اور معارف کے مجموعہ کا نام ہے۔
عشق آو قاتل است وما مقتول	ان کا عشق قاتل ہے اور ہم مقتول ہیں۔
جان عالم فدائے قاتل ماست	پھر بھی اپنی جانِ جہاں کو قاتل پر نچھاور کر دیتے ہیں۔

نعمت اللہ بماشدہ واصل	نعمت اللہ ہم سے واصل ہو چکا ہے۔
طلبش کن زما کہ واصل ماست	بس اسی کو تلاش کرو جو ہمارا واصل ہے۔

(۲)

ماخاکِ راہ بہ نظیر کیمیا کنیم	ہم راستے کی مٹی کوایک نظر میں کیمیا کر دیتے ہیں۔
صد دوزا بہ گوشۂ چشمے دوا کنیم	آنکھ کے ایک اشارہ سے سو بیماریوں کو شفا بخش دیتے ہیں۔
درجبس صورتیم وچنیں شادوخرمیم	صورت کے قید خانے میں جب ہم اتنے خوش بخوش ہیں۔
بنگر کہ در سراچۂ معنی چہا کنیم	تو سوچو معنی کے محلات میں کیسے (خوش نود) ہوں گے۔
رانداں لا ابالی موستان سرخوشم	ہم بے پرداشرابیوں اورخوش باس مستوں کی مانند ہیں
ہوشیار! بہ مجلس خود کہ رہا کنیم	پھر کہو کسی ظاہری بیں کو اپنی مجلس میں کیسے داخل ہونے دیں۔
موج محیط وگوہر دریائے غیر یتم	ہم تو دریائے غیرت کے موتی اور بحر معرفت کی لہر ہیں۔
ما میل دل بہ آب وگل آخر چرا کنیم	پھر مٹی اور پانی (سے مخلوط اجسام انسانی) کی طرف کیوں متوجہ ہوں۔
در دیدہ روئے ساقی ودردست جام مے	جب کہ ہمارا حال یہ ہے کہ اپنے ہاتھ میں جام حقیقت لے کر ساقی کو دیکھ رہے ہیں۔

بارے بگو کہ گوش بہ ہر خر چرا کنیم — تو یہ بات کیونکر ممکن ہے کہ گدھوں کی آواز سننے میں محو ہو جائیں۔
ما را نفس جو از دمِ عشق است لاجرم — چونکہ بلاشبہ ہم عشق الٰہی کا دم مارنے والے لوگ ہیں۔
بیگانہ را بہ یک نفس آشنا کنیم — اس وجہ سے ایک لمحہ میں بیگانہ (غیر) کو آشنا (اپنا) بنا لیتے ہیں۔
از خود برآ و در صف احباب ما خرم — اپنی خود پسندی سے باہر آ کر ہمارے دوستوں کی صف میں بیٹھ کر جا
تا سیدانہ روئے دلت با خدا کنیم — تا کہ تیرے دل کو سادات کے قلوب کی مانند اللہ تعالیٰ سے ملا دیں۔

نوٹ: سات سات اشعار کی مندرجہ بالا دونوں نظموں میں شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دعاوی (دعوے) کئے ہیں شاید بہت کم بزرگوں نے سات سات سو اشعار میں بھی نہیں کئے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقدوس قطبِ عالم گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ. بزرگی دی ہے اللہ نے جس سے تمہارے بعض کو بعض پر۔ (النساء ۳۲)

تمام ظاہری و باطنی کمالات میں اپنے وقت میں بے نظیر تھے۔ آپ فی الحقیقت اویسی تھے اور حضرت مخدوم شیخ احمد عبدالحق رودولوی قدس سرہ کی روحانیت سے تربیت حاصل کی تھی۔ لیکن ظاہری طور پر آپ حضرت شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کی شخصیت و کردار سے متعلق مفصل حالات مندرجہ ذیل کتابوں سے حاصل ہو سکتے ہیں:

۱-ملفوظات شیخ رکن الدین بن شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ۔
۲-رسالہ لطائف قدسی مولفہ شیخ رکن الدین بن شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (شروع سے لے کر آخرت تک مکمل حالات زندگی بشمول بیعت کے مفصل حالات ان کتابوں میں درج ہے)
۳-تاریخ محمدی
۴-خلاصۃ التواریخ
(مولفہ شیخ محمد ترک ساکن ردولوی مرید وخلیفہ شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ گنگوہی قدس سرہ۔ان کتابوں میں مجموعی حالات بھی بیان کیے گئے ہیں)
۵-اخبار الاخیار: مولفہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی
۶-مراۃ الاسرار: مولفہ شیخ عبد الرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ علیہ

جب حضرت شیخ احمد عبد الحق مسافرتِ ظاہری وباطنی کے بعد قصبہ ردولی میں تشریف لائے اور مسند ارشاد پر متمکن ہوئے تو آپ کی شہرت ہر چہار طرف بلند ہوئی۔اس وقت شیخ اسماعیل بن شیخ صفی الدین حنفی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ نے فرمایا تماری پشت سے ایک فرزند سعید ازلی وجود میں آئے گا اور ہماری دولت اس کو ملے گی۔چنانچہ باوجودیکہ شیخ اسماعیل کے تمام فرزند عالم وفاضل اور صالح تھے لیکن وہ نعمت شیخ عبد القدوس گنگوہی کو نصیب ہوئی۔آپ کی ولادت شیخ احمد عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد واقع ہوئی۔جب آپ سن تمیز کو پہنچے تو شیخ عارف بن شیخ احمد عبد الحق بھی رحلت کر چکے تھے۔شیخ محمد بن شیخ عارف کے ساتھ جو آپ کے ہم عصر تھے آپ کا اعتقاد درست نہیں ہوتا تھا کیونکہ آپ کے دل کے خمیر میں شیخ احمد عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کی محبت پیوست ہو چکی تھی۔اس لئے آپ نے شیخ احمد عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ اقدس کی جاروب کشی اختیار کر لی اور آپ ان کی محبت

میں گھلتے رہے۔ ایک رات کتاب کافیہ ہاتھ میں لئے آپ کے مزار پر گئے۔ مزار سے حق حق کی آواز آنے لگی۔ آپ بے خود ہوکر گر پڑے اوراس بے خودی کی حالت میں ازلی وابدی انعامات سے نوازے گئے۔ اس کے بعد آپ کو حکم ہوا کہ اپنے تختہ دل کو "العلم حجاب الاکبر" (علم سب سے بڑا حجاب ہے) سے سیاہ نہ کرواور اصلی کام میں مشغول ہوجاؤ، چنانچہ آپ کو شغل باطن میں مشغول کیا گیا۔ اسی روز سے آپ نے کتاب کا مطالعہ ترک کردیا اور حضرت شیخ کی روحانیت سے اخذ فیض کرتے رہے۔ ظاہری طور پر آپ "شیخ پیارا" کی صحبت میں بیٹھ کر حقائق ومعارف کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ شیخ پیارا حضرت شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے محرم راز خادم تھے۔ آپ نے ان سے بھی تربیت وارشاد حاصل کیا، بڑے بابرکت بزرگ تھے ان کا مزار شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کے قریب ہے۔ شغل باطن کی مداومت کے علاوہ آپ ہر رات چار سو رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے اور تلاوت کلام پاک میں مشغول رہتے تھے۔ بعض اوقات ساری رات ذکر جہری میں مشغول رہتے تھے حتی کہ تصفیہ قلب میسر ہوا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے چالیس برس تک خواجگان چشت کی موافقت میں نماز معکوس پڑھی۔ اکثر کئی کئی روز یا کئی کئی مہینے مسلسل روزے رکھتے تھے اور ایسے ریاضت ومشاہدات شاقہ میں مشغول رہتے تھے جو طاقت بشری سے بالا تھے۔ اکثر متواتر چلّے کرتے تھے۔ ایک دن دل میں خیال آیا کہ ظاہر طور پر کسی زندہ بزرگ سے بیعت کرنا ضروری ہے۔ اسی دوران شیخ احمد عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ کے کمالات معنوی ظاہر ہوئے، یہ دیکھ کر آپ ان کے مرید ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ شیخ محمد نے شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ کے باطنی حکم کے مطابق اپنی بہن یعنی شیخ احمد عارف کی لڑکی کا نکاح آپ سے کردیا۔ لیکن اس اعزاز کے باوجود

آپ پیر کے گھر کا کام مثلاً جھاڑو دینا، پانی بھرنا، گھڑے دھونا، جنگل سے ایندھن فراہم کرنا، باغبانی اور کاشت کاری کے کاموں کو انجام دینا وغیرہ خود کرتے تھے۔ جب تک آپ ردولی میں رہے مذکورہ خدمات انجام دیتے رہے۔ جب آپ سلوک تمام کر کے مرتبہ تکمیل وارشاد کو پہنچے تو حضرت شیخ احمد عبد الحق رودلوی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے حکم ملا: ہم نے تجھے بلادست (اتری پہاڑی علاقہ) کی ولایت دی ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ۸۸۶ھ میں سلطان سکندر بہلول لودھی کے عہد حکومت میں عمر خاں کاسی جو بادشاہ کے خاص امراء میں سے تھا اور آپ کا عقیدت مند تھا۔ اس کی درخواست پر بال بچوں سمیت ردولی سے شاہ آباد منتقل ہو گئے۔ شاہ آباد دہلی کے نواح میں ایک قصبہ ہے وہاں جا کر آپ کی بڑی شہرت ہوئی۔ آپ تیس سال سے زائد عرصہ تک یعنی سلطان لودھی اور سلطا ابراہیم لودھی کے ایام سلطنت تک شاہ آباد میں مسند ارشاد پر متمکن رہے۔ جب ۹۳۲ھ میں محمد ظہیر الدین بابر بادشاہ ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور کافی جنگ وجدال کے بعد سلطان ابراہیم لودھی مارا گیا تو افغان قوم کی کثرت سکونت کی وجہ سے شاہ آباد ویران ہو گیا۔ اس لئے آپ نے شاہ آباد چھوڑ کر قصبہ گنگوہ میں سکونت اختیار کر لی۔ وہاں آپ کی پہلے سے بھی زیادہ شہرت ہوئی اور سارے ہندوستان میں آپ کے کمالات کا چرچا ہونے لگا اور ایک جہان آپ سے فیضیاب ہوا۔ آپ کے حسن تربیت سے بہت سے خلفائے عالی مقام وجود میں آئے جن کی وجہ سے جا بجا چشمہ ہائے ہدایت جاری ہو گئے۔ آپ نے طویل عمر پائی سلطان بہلول لودھی سے لے کر محمد نصر الدین ہمایو کے عہد حکومت تک آپ مسند ارشاد وہدایت پر مستقیم رہے۔ سلاطین وقت کمال نیاز مندی واخلاص سے پیش آتے تھے آخر عمر میں آپ پر شیخ احمد عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کی طرح استغراق دوام طاری ہو گیا تھا۔ جب نماز کا وقت آتا تھا تو خادم بلند آواز سے

حق حق کی آواز دیتا تھا جس سے آپ عالم صحو (ہوشیاری) میں آکر نماز ادا کرتے تھے۔ اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقدوس کی اولاد بہت تھی۔ اگرچہ آپ کے سب فرزند عالم فاضل عابد اور صفات مشائخیت سے مزین تھے۔ لیکن ان میں سے شیخ رکن الدین بڑے متبرک اور درویش مشرب بزرگ تھے۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ فرزند عطا کئے اور بحمد اللہ تعالیٰ سب کے سب قطب ہیں، شیخ عبدالنبیؒ کے علاوہ سب کے سب خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ گنگوہ میں مدفون ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ راقم الحروف محمد ادریس حبان رحیمی کو اس مبارک خانقاہ میں جو بارہ اقطاب کی خانقاہ کہلاتی ہے، قیام کا شرف حاصل ہے۔ اور حضرت قطب العالم کے خاص حجرہ شریف میں قیام کا خوب خوب موقع اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔

حضرت شیخ کی عمر ۸۶ سال تھی جس میں سے ۳۵ سال ردولی میں رہ کر اخذ فیض کیا، ۳۵ سال شاہ آباد میں رہے اور ۱۴ سال گنگوہ شریف میں بسر کئے۔ حتی کہ ۹۴۵ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار گنگوہ شریف میں زیارت گاہ خلق عوام وخواص ہے۔

خواجہ بہاری قادری

ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا. یہ (محض) فضل ہے اللہ تعالیٰ کا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔ (النساء ۷۰)

(عہد شاہ جہانی میں لاہور کے ایک نامور بزرگ) کا تعلق قصبہ حاجی پورہ پٹنہ (پٹنہ صاحب) سے تھا۔ شہزادہ دارشکوہ قادری آپ کے متعلق لکھتا ہے ”طریقت وعرفان کے رشتوں کے چلنے والے، حقیقت ووجد کے عارف، توکل ورضا کی کشتی، فقر وغنا تمنا کے طریق کے راہی واہل حقائق کے شیخ، تمام تعلقات سے علیحدہ حضرت

باری کے برگزیدہ خواجہ بہاری قادری ممتاز اولیاء میں شمار ہے، شہزادہ دارا شکوہ لکھتا ہے کہ ایک رات آپ غازی خاں کے ہاں تقریب میں تشریف لے گئے۔ وہاں حاضرین میں توحید کے مسلہ پر گفتگو ہو رہی تھی سردی کا موسم تھا اور گھر کے صحن میں آگ جل رہی تھی۔ خواجہ بہاری اٹھ کر الاؤ میں جا بیٹھے اور ایک گھنٹہ تک وہاں رہے اور فرمایا کہ توحید میں قیل وقال کی کیا ضرورت ہے، حال ملاحظہ کرو۔ اس کے بعد آپ الاؤ سے صحیح سلامت باہر آ گئے۔

(مدینۃ الاولیاء مولفہ مورخ لاہور محمد دین کلیم قادری ناشر اسلامک بک فاؤنڈیشن، لاہور، ص:۱۲۵)

حضرت شیخ نظام الدین مولیٰ

صاحب مراۃ الاسرار شیخ عبد الرحمٰن چشتی نے ص: ۹۰۵، پر سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے احباب ومتوسلین کے ضمن میں تذکرہ کیا ہے۔ ان کے حالات سیر الاولیاء میں درج ہیں۔ صاحب مناقب الاصفیاء حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔ علاقہ بہار میں آپ نے اپنے زمانہ میں بڑی شہرت پائی ہے۔ آپ خلقت کے مرجع تھے اور طالبان حق جوق در جوق آپ کے پاس آتے تھے۔ مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی محبت کی وجہ سے جنگل ترک کر کے شہر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ شیخ نظام الدین مولیٰ نے حاکم شہر مجد الملک کو بلا کر کچھ رقم اس کے حوالہ کی اور فرمایا کہ شیخ شرف الدین کے لئے پختہ مکان تیار کرایا جائے۔ اس نے حکم کی تعمیل کی۔

صاحب مراۃ الاسرار، ص: ۹۳۱ پر حضرت مخدوم جہاں رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ کے ضمن میں لکھتے ہیں: ''(جن زمانے میں حضرت مخدوم جہاں راجگیر کے جنگل میں تھے) کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کہاں ہیں (یعنی وسیع وعریض جنگل کے کس حصہ میں ہیں) بعض لوگوں نے نشاندہی کی کہ فلاں جنگل میں ہیں یا جنگل کے فلاں حصے

میں ہیں۔ ایک دن سلطان المشائخ کے مرید مولانا نظام الدین مولیٰ شہر بہار شریف تشریف لے گئے۔ آپ کبھی کبھی شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے جنگل میں اپنے اصحاب سمیت تشریف لے جاتے تھے اور صحبت ہائے محرمانہ گرم ہوتی تھیں۔ جب شیخ شرف الدین نے دیکھا کہ یہ حضرات میری خاطر خطرناک جنگل میں آتے ہیں ان سے فرمایا کہ آپ لوگ تکلیف نہ کریں جمعہ کے دن شہر کی جامع مسجد میں میں حاضر ہو جاؤں گا اور اسی جگہ ملاقات ہوگی۔ مولانا نظام الدین مولیٰ اور ان کے اصحاب یہ خوش خبری سن کر خوش ہوئے اور شہر جا کر ایک درویشانہ مکان مسجد کے قریب لے لیا پس آپ ہر جمعہ کے دن شہر میں آتے اور نماز جمعہ کے بعد اس گھر میں بیٹھ کر احباب کے ساتھ سرگرم مجلس رہتے اور کبھی دو ایک روز رہ کر چلے جاتے تھے۔ اس کے بعد مولانا نظام الدین مولیٰ نے مجد الملک حاکم بہار کو طلب کر کے فرمایا کہ ہمارے پاس مال حلال میں سے کچھ رقم ہے، میرے بھائی شرف الدین کے لئے ایک مکان تیار کرا دو، اس نے اس چھوٹے سے مکان کو گرا کر ایک بڑی عمارت تیار کرائی اور آپ اس میں رہنے لگے۔ بعد میں سلطان محمد تغلق نے حاکم شہر کے توسط سے پتھر کی مستحکم خانقاہ خدام اور متوسلین کے لئے تعمیر کرائی“۔

ایک پرہیز گار خاتون کا خط پیر و مرشد کی خدمت میں

وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلاً۔ اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور (نہ ہوتی) اس کی رحمت تو ضرور تم اتباع کرنے لگتے شیطان کی، سوائے چند آدمیوں کے۔ (النساء ۸۳)

خط لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے فضل سے اعمال کی پابندی ہو رہی ہے۔ جب بھی آپ کا خط آتا ہے، بہت بہت خوشی ہوتی ہے۔ پچھلا جو خط آیا تھا اور اس میں جو نصیحتیں تھیں ان کو روزآنہ پڑھ کر عمل کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔

حضرت جی! میں دن بھر وضو کے ساتھ رہتی ہوں اور وضو کر کے سوتی ہوں۔ بغیر وضو رہنے سے ڈر لگتا ہے کہ اگر موت آئے تو بغیر وضو کے موت ہوگی، پھر فوراً وضو کر لیتی ہوں۔

حضرت جی! جب تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے اٹھتی ہوں تو اللہ نے مجھ گنہگار بندی کو اٹھایا، اس لئے خوشی سے رونا آتا ہے، جب تہجد چھوٹ جاتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ اللہ میرا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا اور میرا سہارا ٹوٹ گیا، میرا نقصان ہوا، اب شیطان مجھ پر مسلط ہوگا۔ اس طرح سوچ کر دن بھر رونا آتا ہے۔ پھر صلٰوۃ التوبہ پڑھ کر رو رو کر اللہ کے پاس دعاء مانگتی ہوں کہ اے اللہ مجھے بے سہارا نہ کرنا، تیرے سوا میرا کوئی نہیں۔ مراقبہ کرتے وقت بہت ڈر لگتا ہے یہ سوچ کر کہ میں بہت گنہگار ہوں، میرا کیا ہوگا؟

تلاوت کرتے وقت یہ ڈر لگتا ہے کہ مجھے صحیح پڑھنا نہیں آتا۔ مجھے ابھی بہت سیکھنا ہے۔ پڑھنے میں غلطی ہوگی تو میں کیا کروں۔

جب ذکر کرتی ہوں تو خیال ہوتا ہے کہ تو صرف پڑھتی ہے اور کلمہ طیبہ کا یقین ابھی تک تیرے دل میں نہیں اترا، پھر ڈر لگتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ زبان پر آئے یا نہیں۔

جب سے بیعت ہوئی ہوں، آپ کی دعا سے پہلے تو غیر مرد کے سامنے جانے سے شرماتی تھی، اب تو ڈاکٹر کے پاس اور ۱۴-۱۵ سال کا لڑکا ہو یا بوڑھا مرد ہو تو سامنے جانے کے لئے شرم آتی ہے۔ پردہ کر کے بھی شرم لگتی ہے، میں اللہ کا شکر بجالاتی ہوں کہ اللہ نے مجھے عورت بنایا ورنہ مرد جیسا باہر جانا ہوتا تو آنکھ کی حفاظت کرنا میرے لئے کتنا مشکل ہوتا۔ اللہ کا مجھ پر بہت بہت احسان ہے۔

معمولات جو مجھے بتائے گئے ہیں ادا کرتی ہوں، ساتھ ہی ساتھ اپنے اہل خاندان کے حق میں دعا کرتی ہوں مجھے ایصال ثواب کا طریقہ بتائیں۔

حضرت جی! رمضان کا مہینہ آرہا ہے، اللہ اگر مجھے زندہ رکھے تو میں انشاء اللہ روزانہ ۲۰ پارے پڑھنے کا ارادہ کررہی ہوں، پچھلے سال روزانہ ۱۰ پارے پڑھنے کی توفیق ملی۔

میری بڑی لڑکی پردہ کے ساتھ اسکول جارہی ہے۔ دو چھوٹی لڑکیاں مکتب پڑھنے مسجد جاتی ہیں اللہ میرے بچوں کو نیک بنائے۔ اس کیلئے دعا کریں۔ پہلے میں اکیلی دعا کرتی تھی۔ اللہ نے اب اللہ والوں کی صحبت اور دعاؤں کا مجھ پر بڑا احسان کیا۔

حضرت جی! مجھے صدقہ دینے کا بہت شوق ہے، کیا شوہر کی اجازت لینا ضروری ہے اس لئے پیسے تو ان کے ہی ہوں گے۔ آپ میرے شوہر کے لئے بھی دعا کریں کہ دین کے کاموں میں ان کا وقت لگنے میں آسانی ہو۔

حضرت جی! میرے ابا نمازوں کے پابند نہیں ہیں۔ جب ارادہ کرتے ہیں تو کچھ پریشانی آجاتی ہے، پھر چھوڑ دیتے ہیں۔ بچوں کے کاموں میں سب بھول جاتے ہیں گھریلو ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں بے حد مستعد رہتے ہیں اور اپنے متعلقین کی بہت خدمت کرتے ہیں، حرام کھانے سے بہت بچتے ہیں۔ ہر ایک کی مدد کرتے ہیں مجھے کہنے لگے کہ میرے بارے میں خط لکھ کر سمجھانا۔ آپ ان کیلئے دعا کریں۔

اللہ آپ کی عمر میں برکت دے۔ آپ کے اخلاق اور نیکی اور بھلائی کی برکت سے مجھے بھی معاف کرے اور میرے گھر والوں کو بھی اور تمام متوسلین کو بھی معاف کردے۔

مجھے خط لکھنا نہیں آتا، اللہ نے جو بات دل میں ڈالی اس کو لکھ دیا۔ مجھے معاف کریں۔ میں اللہ کی بہت کمزور بندی ہوں۔

آپ کی مریدہ

(بحوالہ اپنے مرشد جناب قطب الدین ملا صاحب خلیفہ مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام۔ ماخوذ از ماہنامہ الفرقان لکھنؤ اکتوبر ۲۰۰۸ء صفحات 30-32)

دو معروف ہمعصر صوفیائے کرام

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صْبِرُوا وَصَابِرُو وَرَابِطُو وَاتَّقُو اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ.

صبر کرو اور ثابت قدم رہو (دشمن کے مقابلہ میں) اور کمر بستہ رہو (خدمت دین کیلئے) اور (ہمیشہ) اللہ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ (اپنے مقصد میں) کامیاب ہو جاؤ۔

(سورہ آل عمران ۲۰۰)

ہندوستان میں بارہویں صدی ہجری کا زمانہ مسلمانوں کے سیاسی قوت وشوکت کے زوال کا زمانہ تھا لیکن علمی وروحانی دنیا اکابر علماء وممتاز مشائخ سے آباد تھی۔ ہندوستان کے تمام شہروں میں نامور علماء موجود تھے۔ مشہور شہروں اور قصبوں میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جہاں بساط علم نہ بچھی ہو اور علماء حق سرگرم درس نہ ہوں۔ طریقت کے تمام ہی سلسلے جاری تھے اور ہر سلسلے کے مشائخ ہندوستان کے مختلف خطوں میں روحانی تعلیمات کی اشاعت میں مشغول ومنہمک تھے، ہر سلسلہ میں ارباب تصوف کی نمائندہ شخصیتیں موجود تھیں، کوئی علاقہ ان سے خالی نہیں تھا، فقہ وتصوف کا ہر جگہ چرچا تھا، مدارس کے قیل وقال اور خانقاہوں کے کیف وحال میں وہ عہد تاریخ ساز عہد تھا۔

ان سطور میں مذکورہ عہد سے متعلق سلسلہ عالیہ چشتیہ کے دو نامور معاصر صوفیاء کرام کا (جن کے درمیان مرشد کامل اور مرید صادق کا عظیم رشتہ) ذکر خیر کرنا مقصود ہے تاکہ صاحبان علم اور احباب سلسلہ کو ان کی شخصیات اور کارناموں سے واقفیت حاصل ہو سکے۔

شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا شمار سلسلہ عالیہ چشتیہ کے اکابر مشائخ میں ہوتا ہے۔ آپ کے دادا احمد معمار عہد شاہجہانی کے مشہور ماہرین فن میں تھے، شاہان مغلیہ کی طرف سے نادر

العصر کا خطاب ملا تھا۔ اقلیدس، ہیئت، نجوم اور ریاضی وغیرہ پر کامل عبور تھا۔ یہ پورا خاندان فن تعمیر میں ماہر تھا۔ ہندوستان کی بہت سی تاریخی عمارتیں اس خاندان کے افراد کی بنائی ہوئی ہیں۔ آپ کے والد نور اللہ خود ان تمام عصری فنون میں کمال رکھتے تھے۔ آپ کی تعلیم عمدہ طریقے پر ہوئی اور آپ نے بڑی محنت و توجہ سے علم حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ میں اس زمانے کے ممتاز علماء شیخ برہان الدین المعروف شیخ بہلول، شاہ ابوالرضا محمد (عم بزرگوار شاہ ولی اللہ) کے نام قابل ذکر ہیں۔

تکمیل علوم کے بعد حضرت شاہ کلیم اللہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے مشہور بزرگ شیخ یحییٰ مدنی احمد آبادی کی خدمت میں پہنچ کر ان سے بیعت کی، اکتساب باطن کے بعد شیخ نے خرقۂ خلافت عطا کیا اور ظاہری و باطنی نعمتوں سے سرفراز کر کے وطن واپس کیا۔

حضرت شیخ کلیم اللہ قدس سرہ نے ہندوستان آ کر بازار خانم میں قیام کیا جو دہلی کا اس وقت سب سے زیادہ بارونق بازار تھا۔ آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے علمی و روحانی فیض سے بے شمار لوگ مستفیض ہوئے۔ آپ مدرس بھی تھے اور شیخ وقت بھی۔ آپ کی خانقاہ ہر وقت طالبین علم و معرفت سے معمور رہتی تھی۔ آپ سے سلسلہ عالیہ چشتیہ کی بہت اشاعت ہوئی۔ صاحب نزہۃ الخواطر نے آپ کے متعلق بہت عمدہ بات لکھی ہے کہ آپ کے اسلاف حصول رزق کے لئے عمارتوں کی تعمیر سے وابستہ رہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قلوب کی تعمیر و تہذیب کے لئے منتخب فرمایا۔

آپ کے خلفاء کی بڑی تعداد ہوئی مگر آپ کے نامور خلیفہ سید نظام الدین اولیاء اورنگ آبادی سے آپ کے سلسلہ کی ہندوستان میں خوب اشاعت ہوئی، اس سلسلہ کو بڑے ممتاز اور باکمال مشائخ ملے۔

حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی متبحر عالم اور صاحب تصنیف تھے۔ نزہۃ الخواطر اور تاریخ مشائخ چشت میں آپ کی حسب ذیل تصنیفات کا ذکر ہے: تفسیر قرآن عربی، عشرۃ کاملہ، سواء السبیل، کشکول، مرقع، تسنیم، الہامات کلیمی، رسالہ تشریح الافلاک عالمی محشی بالفارسیہ، شرح القانون الشیخ الرئیس۔

نزہۃ الخواطر میں تاریخ وفات ۱۱۴۱ھ لکھا ہے، ماث الکرام میں ۱۱۴۲ھ۔ تاریخ مشائخ چشت کے مطابق ۱۱۴۲ھ صحیح ہے۔

شیخ شاہ نظام الدین اولیاء اورنگ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے مشہور بزرگ اور حضرت شیخ کلیم اللہ ولی جہان آبادی کے نامور مرید وخلیفہ ہیں۔ آپ کا اصل وطن امیٹھی تھا۔ آپ کے اسلاف میں کوئی بزرگ امیٹھی سے منتقل ہوکر نگرام میں اقامت پذیر ہوئے، آپ اسی قصبہ میں پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما پائی۔ قصبہ نگرام میں کچھ تعلیم حاصل کرنے کے بعد دہلی تشریف لائے۔ اور حضرت ملا احمد بن ابی سعید المعروف ملاجیون امیٹھوی قدس سرہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور ان سے تعلیم کی تکمیل فرمائی۔

دہلی کے زمانۂ قیام میں حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ ان سے بعض کتابیں بھی پڑھیں۔ یہاں تک کہ جذبہ الٰہیہ دامن کشاں ہوا اور ان کے دست مبارک پر بیعت کی اور ان کی صحبت بابرکت میں رہ کر سلوک وتزکیہ کی تعلیم پائی۔ حضرت شیخ کلیم اللہ ولی جہان آبادی کی خدمت میں رہ کر علم ومعرفت سے حصہ وافر پایا۔ تکمیل طریقت کے بعد شیخ نے دکن میں مسند رشد وہدایت کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ انھوں نے مرشد کامل کے حکم کے مطابق اورنگ آباد (دکن) میں مستقل اقامت اختیار کی۔ دکن میں آپ کو قبول عام حاصل ہوا۔ وہاں آپ کے شب وروز عبادت وریاضت اور طالبین کی اصلاح وتربیت میں گزرتے

تھے۔ مریدوں کی روحانی تعلیم میں پاس انفاس اور ذکر جہری کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ان ہی کے ذریعہ سے باطنی اصلاح وتربیت ممکن ہے۔ ہر کس وناکس کی عزت وتکریم کرتے تھے۔ لوگوں کے مجمع میں دوزانو ہوکر بیٹھتے تھے، ہر شخص کی دلجوئی اور دلداری کرتے، کسی کے جذبات کوٹھیس لگانا آپ کوسخت ناپسند تھا۔ شاہی نذرانے اور تحائف قبول نہیں کرتے تھے، دکن میں آپ نے اپنے سلسلہ کی روایات کا پورا خیال رکھا، بادشاہ وقت سے ملاقات کبھی نہیں کی۔ بعض مخلصین نے چاہا بھی اور اصرار کیا کہ بادشاہ سے ملاقات کریں لیکن راضی نہ ہوئے، ایک بار بادشاہ نے خود بلایا۔ لیکن آپ نے جانے سے انکار کردیا۔ دکن میں آپ کی ذات سے مشائخ چشت کی تعلیمات خوب شائع ہوئیں اور سلسلہ پھیلا۔ تعلیمات طریقت پر آپ کی ایک تصنیف ''نظام القلوب'' ہے جس میں اذکار جہریہ سریہ، پاس انفاس، اشغال ومراقبات وغیرہ اوران کے طریقے لکھے ہیں۔ تاریخ مشائخ چشت میں پروفیسر خلیق احمد نظامی مرحوم نے لکھاہے کہ عمر میں آپ اپنے مرشد گرامی حضرت شیخ کلیم اللہ ولی جہان آبادی کے ہم عمر تھے۔ ۱۲/ ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ میں وفات پائی اور اورنگ آباد میں مدفون ہوئے، مزار مبارک مرکز فیوض وبرکات ہے۔ نزہۃ الخواطر میں سن وفات ۱۱۴۴ھ لکھاہے۔ جب کہ تاریخ مشائخ چشت میں ۱۱۴۲ھ مرقوم ہے۔ آپ کے خلفاء بہت ہوئے لیکن آپ کے بعد آپ کی جگہ پر آپ کے قابل فخر فرزند حضرت مولانا شاہ فخر الدین قدس سرہ جانشین ہوئے۔ ان کے ذریعہ سے آپ کا چشمۂ فیض دریائے فیض بن گیا اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کی اس شاخ کو بڑی وسعت حاصل ہوئی۔

اولیاء کرام کی خصوصی کیفیات

وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرُ الرَّحِیْم ۔ اور مغفرت طلب کیا کرو اللہ تعالیٰ سے، بے شک اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ (سورہ المزمل ۲۰)

نماز میں بے خودی

شیخ امان پانی پتی نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو سورہ فاتحہ میں اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡن (ہم آپ کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں) پوری طرح نہ پڑھ پاتے اس کو بار بار دہراتے، یہاں تک کہ بے خود ہوکر گر جاتے، نماز پڑھتے وقت ان کے چہرے پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا۔ وہ ارکان نماز پوری طرح ادا نہ کر سکتے تھے۔

مثالی درس وتدریس

اکبری دور میں میاں شیخ عبد اللہ بدایونی بڑے مشہور مدرس گزرے ہیں۔ اپنے بچپن میں اپنے استاد سے بوستان پڑھ رہے تھے۔ سعدی کا ایک شعر آیا:

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

(شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیروی کے بغیر صراط مستقیم پر چلنا ممکن نہیں ہے) تو انہوں نے اپنے استاد سے کہا کہ اس شعر کے معنیٰ ہندی میں بتادیجئے۔ استاد نے کہا کہ تم کو اس حکایت سے کیا کام ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک آپ اس کا مطلب صاف نہیں بتلائیں گے میں آگے نہیں پڑھوں گا۔ استاد نے مطلب بتایا تو پھر پوچھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کون تھے؟ استاد نے آپ کے حالات اور معجزات سنائے تو ان پر جذب طاری ہوگیا۔ گریبان پھاڑ ڈالا اور کلمہ طیبہ پڑھا۔ والدین دوڑے ہوئے آئے تو وہ ان کو اس کیفیت سے باز نہ رکھ سکے۔ ان کا آبائی وطن سامانہ تھا، وہاں سے مزید تعلیم کیلئے دہلی آئے۔ تعلیم پاکر بڑے جید عالم ہوئے۔ شیخ عبد الباقی چشتی بدایونی سے بیعت ہوئے۔ بڑی روحانی ریاضتیں کیں۔

بدایوں کے ایک دوسرے بزرگ میر سید بلال سے بھی ان کو بڑی عقیدت تھی، ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔ بدایوں میں رہ کر درس دیتے رہے، بڑے بڑے علماء ان کے حلقہ درس سے نکلے، وہ خود ہی پیدل جا کر بازار سے اپنی ضروریات کی چیزیں خرید کر لانے کے عادی تھے، زیادہ چیزیں بھی ہوتیں تو خود ہی اپنے اوپر لاد کر لے آتے۔ ان کے شاگرد یہ خدمت بجالانا چاہتے لیکن وہ ان کو ایسا کرنے نہ دیتے، راستے میں بھی سبق پڑھاتے جاتے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے بھی ان سے کلام اور اصول فقہ کی شرحیں پڑھی تھیں۔ ان کا بیان ہے کہ ان کی مجلس درس میں ذہین طلبہ بڑی دقیق اور مشکل بحثیں چھیڑ دیتے لیکن وہ ان سب کے گہرے نکتے واضح کر دیتے، ان کو کبھی کسی کتاب کے دیکھنے کی ضرورت نہ ہوتی، سارے مسئلے ان کے سامنے واضح رہتے جن کو حل کرنے میں ان کو بڑی مہارت تھی اور تائید ایزادی بھی ان کو حاصل ہوتی۔ نوے سال سے زیادہ عمر پائی۔ ان کے چہرے سے خوف فنا ظاہر ہوتا تھا۔

سادات کی پہچان

سلاطین مغلیہ کے دور میں سادات بارہہ اپنی بہادری، جرأت اور جانبازی کے لئے مشہور تھے۔ وہ شاہی فوج کی ریڑھ کی ہڈی سمجھے جاتے تھے۔ بارہہ سے مراد دریائے گنگا وجمن کے درمیان پرگنہ سنبھل کے بارہ گاؤں مراد ہیں۔ سادات بارہہ میں سید محمود خاں پہلا شخص تھا جو شاہی دربار سے وابستہ ہو کر سرداری کے مرتبہ پر پہنچا۔ وہ مختلف مہموں میں بڑی پامردی اور شجاعت دکھاتا رہا۔ ایک روز کسی نے سید محمود خاں کو چھیڑتے ہوئے کہا کہ سادات بارہہ کا شجرہ کہاں تک پہنچتا ہے؟ اس وقت ملنگ فقیروں نے آگ روشن کر رکھی تھی۔ سید محمود خاں آگ کے ڈھیر میں جا کر کھڑا ہو گیا، آگ اس کے زانو تک پہنچی۔ اسی طرح کھڑا ہوا بولا کہ اگر میں سید ہوں

تو یہ آگ مجھ پر اثر نہیں کرے گی اور سید نہیں ہوں تو میں اس میں جل کر رہ جاؤں گا۔ وہ اسی طرح ایک گھنٹہ آگ میں کھڑا رہا۔ لوگ عاجزی منت کر کے اس کو باہر لائے وہ مخملی جوتے اور موزے پہنے ہوئے تھا، مگر اس کی کوئی چیز تک نہیں جلی۔

شہرت سے نفرت

ایک بار شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ نے عام لوگوں کے لئے ایک دیگ کھانا پکوایا اور خلق اللہ کے رہ گزر پر رکھ دیا۔ تین دن کے بعد آنے جانے والے لوگ اس دیگ سے کھاتے رہے، اس میں کچھ کمی نہ آئی۔ حضرت شیخ احمد عبدالحق کے دل میں یکایک یہ خیال آیا کہ تمام دنیا میں شہرت ہو جائے گی کہ احمد ایسا شیخ ہے، شہرت آفت ہے جس سے سب خوش ہوتے ہیں اور گمنامی راحت ہے جس کو کوئی نہیں چاہتا، اے احمد! بندے سب خدا کے ہیں، وہ رزاق مطلق ہے، اس کی شان بڑی ہے، وہ جانے اور اس کے بندے جانیں، تم درمیان میں نہ پڑو، اپنے قلب کے گھوڑے کو وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ (میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں) کے وسیع میدان میں دوڑاؤ اور اپنی ذات کو اپنی خودی اور اپنے کام سے علیحدہ کر کے اس نام ونشان کی ہستی کو مٹا کر مالک الملک لایزال ملکہ، (تمام مملکتوں کا مالک جس کی عظیم الشان سلطنت کو ہرگز زوال نہیں) کی ہستی میں گم ہو جاؤ اور اسی وقت طالبان حق کے فقر میں اضافہ کے لئے ایک نعرہ لگایا اور دیگ کو زمین پر پٹک دیا۔

درویشانہ جلال

دور اکبری میں ایک بزرگ شیخ عزیز اللہ تھے، ان کے بڑے بھائی شیخ محمد حسن تھے جو شیخ امان پانی پتی کے پیر تھے، انہوں نے اپنے بڑے بھائی ہی سے روحانی تربیت حاصل کی، رفتہ رفتہ خود بڑے صاحب دل ہو گئے۔ معرفت الٰہی اور عشق خداوندی کے مظہر تھے۔ دن رات گریہ وزاری کرتے رہتے، ان کے یہاں

صبح وشام محفل سماع جمی رہتی تھی، اس وقت ان پر یہ کیفیت طاری رہتی کہ بقول نامور مورخ ملا عبدالقادر بدایونی ان کی نگاہ پتھر پر پڑ جاتی تو وہ پانی ہو کر بہہ جاتا۔

کیفیت سماع

اکبری دور میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بزرگ شیخ ادھن جون پوری بھی مشہور ہوئے۔ اپنے والد شیخ بہاء الدین ہی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ساری زندگی عبادت وریاضت میں گزاری۔ بڑی لمبی عمر پائی ان کے لڑکے ان کی زندگی ہی میں ستر ستر اسی اسی برس کے ہوگئے تھے۔ آخر عمر میں بہت کمزور ہوگئے تھے۔ وضو کرنے اور دوسری ضرورتوں کیلئے خادموں کا سہارا لیتے، حتیٰ کہ ان کی مدد کے بغیر اٹھ بھی نہیں سکتے تھے۔ لیکن اگر عارفانہ اشعار گانے کی آواز کان میں پڑ جاتی تو سماع کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے اور جب ان پر وجد وحال طاری ہو جاتا تو کئی آدمی مل کر بھی ان کو مشکل سے سنبھال سکتے تھے۔ اسی طرح سنت اور نفل تو بیٹھ کر پڑھتے لیکن فرض نماز ادا کرنے میں ان کو قوت آجاتی۔

نیک نفس قاضی

اکبری دور میں شیخ معین لاہور کے قاضی مقرر ہوئے۔ وہ معراج النبوۃ کے مصنف مولانا معین کے پوتے تھے۔ وہ ایک فرشتہ خصلت اور نیک نفس قاضی کی حیثیت سے بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے۔ مشہور ہے کہ ان کے سامنے کوئی بھی مقدمہ پیش ہوتا تو اس کا فیصلہ خود سے نہ کرتے۔ اگر مدعی اقرار کرتا تو اس سے بڑی الحاح وزاری سے کہتے کہ خدا کے لئے تم اس میں صلح کر لو تا کہ میں خدا کے سامنے ماخوذ اور شرمندہ نہ ہوں۔ پھر مدعی اور مدعا علیہ دونوں سے کہتے کہ تم دونوں دانا ہو، میں ناداں تم دونوں کے درمیان پڑ گیا ہوں، مجھ کو خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں شرمندہ نہ کرو۔ اگر کسی عورت کا شوہر مفقود الخبر ہوتا اور وہ ان

کے یہاں آ کر علیحدگی چاہتی تو وہ اس کو اپنے پاس سے خرچ دیتے اور کہتے کہ ابھی اس کا انتظار کرو، علیحدہ گی اختیار نہ کرو۔

حوالہ جات

(۱) ص:۱۰۲، ہندوستان کی بزم رفتہ کی سچی کہانیاں، حصہ دوم مرتبہ سید صباح الدین عبدالرحمٰن ناشر دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، (یوپی)

(۲) ص:۱۰۶، ایضاً کتاب مذکورہ بالا بحوالہ منتخب التواریخ جلد سوم، ص:۵۵

(۳) ص:۹۳، " " " " مآثر الامراء، جلد دوم ص،:۳۷۷

(۴) ص:۹۳ " " " منتخب التواریخ جلد سوم، صفحہ:۲۳،۱۵

(۵) ص:۱۰۶ " " " جلد دوم، ص:۴۱

(۶) ص:۱۵۴ " " " جلد سوم، ص:۹۶

(۷) ص:۱۰۸ " " " حصہ اول، انوار العیون، ص:۷۰

برصغیر کے بزرگوں کی تعلیمات کو عام کریں

اُولٰٓئِکَ عَلَیۡھِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّھِمۡ وَ رَحۡمَۃٌ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡمُھۡتَدُوۡنَ ۔ یہی وہ (خوش نصیب) لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرح طرح کی نوازشیں اور رحمت ہے، یہی لوگ سیدھی راہ پر ثابت قدم ہیں۔ (سورۃ البقرہ ۱۵۷)

"اس برصغیر میں تصوف کی روایت عملی (Practical) اور نظری (Theoritical) دونوں پہلوؤں سے بہت شاندار اور جاندار رہی ہے۔ صوفیہ کے اثرات اس سرزمین کے چپے چپے پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کی یہ بزرگ آج بھی دلوں پر حکمرانی کررہے ہیں۔ ہمیں زندگی میں عقیدے اور عقیدت دونوں کی ضرورت ہے لیکن ان کو اگر عقل سلیم اور عمل صالح کا سہارا نہ ملے تو یہ حجاب بھی بن جاتے ہیں۔

صوفیہ کے ساتھ ہماری عقیدت نے یہی کہا ہے کہ خانقاہوں کو درگاہوں میں میں تبدیل کر دیا، نگاہیں صرف آمدنی پر مرکوز ہو کر رہ گئیں اور ان بزرگوں کے سوانح حیات، ملفوظات، اصلاحی و تبلیغی خدمات کی طرف مطلق التفات نہ رہا۔ بعض

درگاہوں میں نذر و نیاز کے نام پر لاکھوں روپیہ کا چڑھاوا آتا ہے، لنگر پر بے دریغ خرچ ہوتا ہے، رسوم ظاہری کے ادا کرنے کا سخت اہتمام والتزام کیا جاتا ہے۔ مگر ان عقیدت مندوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ ان بزرگوں کی وہ کتابیں جن کے بین السطور میں ان کی نورانی شخصیت جھلک رہی ہے اور جن لفظوں کے پردے میں ان کی اپنی آواز سنی جاسکتی ہے ان کے محفوظ کرنے، مطالعہ کرنے اور انہیں عام کرنے کا بھی کچھ اہتمام کریں، تو یہ ان سے عقیدت کا سچا اظہار ہوگا۔ اکثر بزرگوں کے حالات وملفوظات کے نہایت قیمتی مجموعے ضائع اور ناپید ہوگئے، کچھ کتب خانوں کی الماریوں میں بند پڑے ہیں جن سے کوئی اہل علم کبھی کبھار استفادہ کرلیتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی دوسری ستم ظریفی یہ ہے کہ حالات وسیرت صوفیہ کے ضمن میں جو کتابیں لکھی جاتی ہیں ان میں سب سے زیادہ اہمیت فوق العادۃ واقعات اور کشف وکرامات کو دی جاتی ہے۔ حالانکہ بزرگوں کی مبارک زندگی کو اگر تاریخ کی روشنی میں اور عقل سلیم کی رہنمائی میں پڑھا جائے تو ان کی سیرت و کردار کے نقوش روشن نظر آئیں گے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تصوف کو تمام تعصّبات سے بلند ہوکر پڑھا جائے اور اولیاء اللہ کی سیرت وسوانح وملفوظات کا معروضی مطالعہ اس طرح کیا جائے کہ ان کی شخصیت اور زیادہ اجلی ہوکر ہماری نگاہوں کے سامنے آسکے"۔

(ماخوذ از حرف ابتدائیہ "نقد ملفوظات"۔ پروفیسر نثار احمد فاروقی)

☆☆☆

نعمت جز دانوں میں

دیگر قدرتی وسائل کی طرح پانی کی صورت حال بھی تشویش ناک ہے۔اس کے بے دریغ استعمال وفضول خرچی ،اس کی طرف سے بے تعلقی،اس کو نئے سرے سے صاف ستھرااور پاک وپینے کے لائق بنانے والی کوششوں کی طرف سے غفلت اوراس کونجس یا آلودہ (Polluted) کرنے کے ہمارے انداز نے آج ناواقف لوگوں کو بیماراور واقف کاروں کواس حدتک محتاط کردیا ہے کہ وہ محض صاف کیا ہوا پانی ہی استعمال کررہے ہیں۔اول تو یہ کہ پانی کی آلودگی کو ہر حال میں Check کیا جائے۔یہ کام محض سرکاری سطح پرنہیں ہوسکتا،عوام کومیدان عمل میں آنا ہوگا۔اگرہم نقلی دوائیں بنانے والوں یا کھانے کی اشیاء میں ملاوٹ کرنے والوں کے خلاف مہم چھیڑ سکتے ہیں تو پھر پانی کو آلودہ کرنے والوں کا گھیراؤ کیوں نہیں کرسکتے ہمیں اپنی ذمہ داری سمجھنا ہوگا اوراسے نبھانا ہوگا۔

دوم یہ کہ پانی کے استعمال میں کفایت کرنی ہوگی ساتھ ہی ساتھ نئے وسائل کی کھوج بھی کرنی ہوگی۔یہ بات ہمارے لئے کتنے افسوس کی ہے کہ ہرنئی پالیسی اورایجاد کی توقع ہم دوسروں سے کرلیتے ہیں۔کتنی عبرت کی بات ہے کہ علم کاخزانہ یعنی قرآن حکیم ہمارے پاس،تقریباً ہمارے گھر میں موجود ہے لیکن نہ تو ہم اسے سمجھ

کر پڑھتے ہیں نہ ہی اس پر یعنی اللہ کی آیات پر غور و فکر کرتے ہیں اور نہ ہی اس کے بتائے ہوئے راستے پر تلاش و جستجو کے لئے نکلتے ہیں ہم اسے اللہ کا راستہ سمجھتے ہی نہیں۔ اللہ کے راستے میں نکلنے اور کام کرنے کا ہم نے بہت ہی محدود مفہوم سمجھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں بے جا اسراف سے منع فرمایا ہے۔ کیا ہم کو پانی کے استعمال میں بھی محتاط نہیں ہونا چاہئے؟ پانی کے بہترین اور نایاب وسائل کی طرف اللہ تعالیٰ سورہ رحمٰن میں ارشاد فرمایا:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ . بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ . فَبِأَيِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. دو سمندروں کو اس نے چھوڑ دیا کہ باہم مل جائیں، پھر بھی ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔ پس (اے جن وانس) تم اپنے رب کی قدرت کے کن کن کرشموں کو جھٹلاؤ گے۔

افسوس ہم نے ان آیات پر غور نہیں کیا۔ آج بحری سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ سمندروں کے اندر بھی دریا بہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے اور نہایت حیرت ناک بھی کہ سمندروں میں بہنے والے دریا زمینی دریاؤں سے زیادہ بڑے اور تیز رفتار ہیں۔ اللہ کی قدرت کا یہ بہترین نمونہ ہے کہ دونوں پانی باہم ملتے نہیں۔ اسپین کے ایک مہم جو De Leon نے ۱۵۱۳ء میں سب سے پہلے ایک ایسے دریا کو دریافت کیا ۔ آج دنیا بھر میں سمندروں میں ایسے دریا پائے جاتے ہیں جن کے بارے میں سائنس داں کھوج میں لگے ہوئے ہیں۔ سمندروں کی گہرائی میں واقع بہت سے دریاؤں کے متعلق تو ابھی کچھ بھی پتہ نہیں۔ جن چند سطحی دریاؤں کے بارے میں اعداد حاصل ہوئے ہیں وہ حیران کن ہیں۔ ان میں سے ایک دریا ۹۶۵ کیلومیٹر چوڑا ہے تو دوسرے میں ایک سکنڈ میں پانچ کروڑ ٹن پانی بہتا ہے۔ ''تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے''۔

قابل عبرت ونصیحت یہ بات ہے کہ ہم ایسے نہ جانے کتنی نعمتوں کے اشاروں کو خوبصورت جزدان میں لپیٹ کر رکھے ہوئے ہیں۔ یا پھر محض اسے دیکھنے اور یاد کرنے میں مشغول ومصروف ہیں۔ یقیناً یہ عمل اہم اور وقت کی ضرورت ہے۔تاہم اللہ کے کلام پر غور وفکر کرنا، اس کے بتائے ہوئے راستوں پر عل کی کھوج کرنا بھی تو اس خیر امت کی ذمہ داری ہے۔ یہ کیا منطق ہے کہ ہم ہدایت کا ایک حصہ اپناتے ہیں اور دوسرے کی طرف غفلت ، بے حسی یا تجاہل عارفانہ کا انداز اختیار کرتے ہیں۔

''وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ. قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْاٰيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ. ''۔ ''اور اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ ان پر گندگی ڈال دیتا ہے۔ ان سے کہو'' زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے (اسے آنکھیں کھول کر) دیکھو''۔ اور جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے ان کے لئے نشانیاں اور تنبیہ آخر کیا مفید ہو سکتی ہیں''۔ (سورہ یونس: ۱۰۰-۱۰۱)

(ماخوذ: صفحات ۶۸ تا ۷۰ ''قرآن اور سائنس)

عشق کا گنج گرا یہ مایہ تجھے مل جاتا
تو نے فرہاد نہ کھودا کبھی ویرانۂ دل

(اقبالؔ)

اللہ تعالیٰ کے نیک اور متقی بندے

اِعْدِلُو هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُو اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

(سورۃ المائدہ) عدل کیا کرو یہی زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے، بے شک اللہ تعالیٰ خوب خبر دار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ ذیل میں یہاں کچھ ایسے ہی اولیائے کاملین کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کی برکت

فاطمہ بنت احمد شیخ بی علی رود باریؒ کی بہن سے مروی ہے کہتی ہیں کہ بغداد میں دس جوان تھے اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک لڑکا تھا، ایک لڑکے کو انہوں نے کسی کام کو بھیجا۔ اس نے واپس لوٹنے میں تاخیر کی۔ یہ لوگ اس پر غضبناک ہوئے۔ اتنے میں وہ لڑکا ہنستا ہوا آیا۔ اسکے ہاتھ میں ایک خربوزہ تھا۔ ان لوگوں نے غصہ سے کہا کہ کہاں اتنی دیر کر کے آیا اور پھر ہنس رہا ہے۔ کہنے لگا ایک عجیب چیز لایا ہوں۔ کہا کیا ہے؟ لڑکے نے کہا بشرؒ نے اس خربوزہ پر اپنا دست مبارک رکھا تھا میں نے بیس درہم میں اسے خریدا ہے۔ سب نے اسے لے کر آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دیا۔ ان میں سے ایک نے کہا کس چیز نے بشرؒ کو اس مرتبہ پر پہنچایا؟ اوروں نے کہا تقویٰ نے۔ کہا میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ سب نے اسی طرح کہا۔ نقل ہے کہ وہ سب کے سب طرطوس گئے اور شہید ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہم

ایک تاجر کی اصلاح

اِنۡ تُبۡدُوۡا خَیۡرًا اَوۡ تُخۡفُوۡهُ اَوۡ تَعۡفُوۡا عَنۡ سُوۡٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

كَانَ عَفُوًّا قَدِیۡرًا (النساء ۱۴۹)

اگر تم ظاہر کرو کوئی نیکی یا پوشیدہ رکھو اسے یا درگذر کرو کسی برائی سے تو بے شک اللہ تعالیٰ درگذر کرنے والا اور قدرت والا ہے۔

شہر بغداد میں ایک تاجر تھا۔ لوگ ہمیشہ اس کو صوفیہ کی برائی کرتے ہوئے سنا کرتے تھے۔ اس کے بعد لوگوں نے اسے دیکھا کہ ہر وقت ان کی صحبت میں رہتا تھا اور اپنا سارا مال ان پر خرچ کر دیا۔ کسی نے اس سے سوال کیا کہ تو تو ان سے بغض رکھتا تھا۔ کہنے لگا میں جیسا گمان کرتا تھا وہ بات نہیں تھی۔ میں نے پوچھا یہ کیوں کر معلوم ہوا؟ کہنے لگا کہ میں نے ایک دن جمعہ کی نماز پڑھی۔ میں نے بشرؒ کو دیکھا کہ سرعت کے ساتھ مسجد جامع سے نکل کر جارہے تھے۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ دیکھوں اس شخص کو جو بڑا صوفی مشہور ہے اور ایک لحظہ مسجد میں نہیں ٹھہرتا ہے یہ کہاں جاتا ہے؟ اس نے بازار میں نان بائی کے یہاں سے نرم نرم روٹیاں خریدیں۔ میں نے اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ صوفی ہیں نرم نرم روٹیاں خریدتے ہیں پھر کبابی کے یہاں سے ایک درہم کے کباب خریدے۔ میرا غصہ اور زیادہ ہوا۔ وہاں سے حلوائی کے یہاں آیا اور فالودہ خریدا ایک درہم کا۔ میں نے اپنے دل میں کہتا تھا کہ جب یہ کھانے بیٹھے گا تو اس پر عیش تلخ کر دوں گا اور اس نے جنگل کا راستہ لیا۔ مجھے یہ خیال آیا کہ اسے سبزہ زار کی تلاش ہے وہاں بیٹھ کر کھائے گا۔ چنانچہ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ وہ عصر کے وقت ایک گاؤں میں پہنچا اور ایکمسجد میں داخل ہوا اور وہاں ایک مریض تھا اس کے سرہانے بیٹھ کر اسے کھلانے لگا۔ میں گاؤں دیکھنے کے ارادہ سے نکلا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس لوٹا تو انہیں نہ

پایا۔ میں نے اس مریض سے پوچھا کہ بشرؒ کہاں ہیں؟ اس نے کہا کہ وہ بغداد کو لوٹ گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ بغداد کا یہاں سے کس قدر فاصلہ ہے؟ اس نے کہا چالیس فرسخ یعنی پانچ منزل ہیں۔ میں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ میں نے اپنے اوپر یہ کیا مصیبت ڈالی نہ میرے پاس اتنے دام ہیں جو کوئی سواری کرایہ پر کروں نہ اتنی طاقت ہے کہ اتنی دور چل سکوں۔ اس مریض نے کہا ان کے پھر آنے تک یہاں قیام کرو چنانچہ دوسرے جمعہ تک وہاں رہا اور بشرؒ اسی وقت پر پہنچے اور ان کے ساتھ وہی مریض کی خوراک تھی۔ جب کھلا چکے تو اس مریض نے کہا اے ابونصر! یہ شخص تمہارے ساتھ جمعہ گزشتہ میں آیا تھا اور ایک ہفتہ تک یہاں پڑا رہا اسے پہنچا دو۔ سوداگر کہتا ہے کہ انہوں نے غصہ سے مجھے گھورا اور کہا ''کیوں میرے ساتھ آیا تھا؟'' میں نے کہا خطا ہوئی ''کہا اٹھ چل'' میں ان کے پیچھے مغرب تک چلا جب شہر کے قریب پہنچے تو پوچھا ''تیرا محلّہ کون سا ہے''؟ میں نے کہا فلاں محلّہ ہے۔ کہا اچھا جاؤ پھر دوبارہ ایسا مت کیجئو جب سے میں نے توبہ کی اور ان کی نصیحت اختیار کی اور میں اسی توبہ پر قائم ہوں انشاء اللہ۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

ابتدائے سلوک میں مجاہدہ

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَ فَضْلاً وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (البقرہ ۲۶۸)

شیطان ڈراتا ہے تمہیں تنگ دستی سے اور حکم کرتا ہے تم کو بے حیائی کا اور اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے تم سے اپنی بخشش کا اور فضل و کرم کا اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت دینے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

ایک بزرگ صوفی کہتے ہیں کہ میں اپنے ابتدائی زمانہ میں خلوت میں داخل ہوا اور اللہ تعالیٰ سے عہد کرلیا کہ چالیس دن تک کچھ نہ کھاؤں گا۔ چنانچہ جب بیس دن

سے زیادہ گزرے تو مجھ پر فاقہ کی شدت ہوئی اور اشتہا زیادہ ہوئی۔ میں خلوت سے نکل کر چلا۔ مجھے معلوم بھی نہ ہوا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ ناگاہ بازار میں پہنچا ایک فقیر کو دیکھا کہہ رہا ہے کہ میں نے اللہ سے سوال کیا ہے کہ ایک رطل سفید روٹی، ایک رطل کباب اور ایک رطل حلوا ملے۔ راوی کہتے ہیں مجھے اس کا سوال گراں معلوم ہوتا تھا اور وہ بازار میں گشت کرتے ہوئے مجھ پر گزرتا تھا لیکن مجھ سے کچھ نہیں کہتا تھا اور میں اپنے جی میں کہتا تھا کہ یہ شخص بڑا ہی مست ہے۔ بڑے مزے کی چیزیں طلب کرتا ہے اور میں سوکھی روٹی کا ٹکڑا چاہتا ہوں مجھے نہیں ملتا۔ جب ایک ساعت گزری تو اس کا سوال پورا ہو گیا اور اس نے لا کر مجھے دیا اور میرے کان اینٹھے اور کہا بتا کس کا کام زیادہ گراں ہے۔ اس شخص کا جو عہد توڑ کر اپنی شہوت رانی کے لئے خلوت سے نکلے یا اس کا جو اس بھوکے کے واسطے اچھی اچھی چیزیں پیدا کرلائے جس سے اس کی قوت اور حواس قائم ہوں پھر فرمایا جو شخص چالیس روز بھوکا رہنا چاہے تو اسے تدریجاً عادت ڈالنی چاہیے اور ایک ہی دم میں ایسا نہ کرے ورنہ بھوک کا کتا اس پر کودے گا اور حملہ کرے گا پھر فرمایا آئندہ ایسا مت کرنا اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ رحمہ اللہ علیہ

اللہ پاک جس کو چاہتے ہیں

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (سورہ آل عمران، ۸) اے ہمارے رب! نہ ٹیڑھے کر ہمارے دل اس کے بعد کہ تو نے ہدایت دی ہمیں۔ اور عطا فرما ہمیں اپنے پاس سے رحمت، بیشک تو ہی سب کچھ بہت زیادہ دینے والا ہے۔

شیخ علی ابن مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ مقامِ زبید سے ساحل کی جانب چلے جو ہداب کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے ہمراہ ایک ان کا شاگرد بھی تھا راستہ میں ایک مقام پر بید کا جنگل نظر آیا۔ شیخ نے شاگرد سے کہا کہ جا اس میں سے ایک بید اپنے ہمراہ لے

لے۔شاگرد حکم بجالایا اور تعجب کرتا تھا کہ شیخ کی کیا غرض ہے شیخ نے اس سے کچھ نہ کہا حتیٰ کہ غلاموں کے محلّہ میں پہنچے جن کو قوم سنا کم کہتے ہیں۔ وہ مردار کھاتے ہیں اور نشہ باز ہیں نماز روزہ جانتے ہی نہیں۔وہاں وہ لوگ شراب نوشی میں مصروف تھے اور ناچ کود اور گانے بجانے میں مشغول تھے۔ شیخ نے شاگرد سے کہا اس لمبے بوڑھے کو جو طبلہ بجا رہا ہے میرے پاس لے آؤ۔شاگرد نے اس سے جا کر کہا کہ تجھے بلا رہے ہیں ان کے پاس چل۔اسی وقت اس نے اپنی گردن میں سے طبلہ اتار پھینکا اور شاگرد کے ہمراہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔جب شیخ کے سامنے آیا تو شیخ نے شاگرد سے کہا اسے بید مارو۔شاگرد نے اسے حد شراب لگائی پھر شیخ نے فرمایا ہمارے آگے آگے چلو۔چنانچہ وہ ہمارے آگے آگے سمندر پر پہنچا پھر شیخ نے فرمایا کہ غسل کرو اور کپڑے پاک صاف کروا و اس کا طریقہ بھی سکھایا پھر نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا اور آگے بڑھ کر شیخ نے ہم دونوں کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو شیخ نے کھڑے ہو کر اپنا مصلیٰ پانی پر بچھایا اور فرمایا آگے بڑھو اور اس مصلے پر کھڑے ہو جاؤ۔وہ شخص سجادہ پر کھڑا ہو کر پانی پر چلنے لگا یہاں تک کہ نظر سے غائب ہو گیا۔شاگرد نے شیخ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا نہایت افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ مجھے حضور کی خدمت میں اتنے سال ہوئے اور اب تک یہ بات حاصل نہ ہوئی ورا سے ایک لحظہ میں ہوگئی اور ایسی بڑی کرامت اس سے صادر ہوئی۔شیخ نے رو کر فرمایا اے بیٹے! میں کیا چیز ہوں یہ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ کیا۔مجھے تو یہ ارشاد ہوا کہ فلاں ابدال کا انتقال ہوا ہے فلاں شخص کو اس کے مقام میں قائم کرو۔ میں حکم بجالایا میں خود یہ چاہتا تھا کہ مجھے یہ مقام مل جائے اور یہ شیخ جلیل فاضل ان کو شیخ علی ابن مرتضےٰ کہتے ہین شیخ کبیر احمد ابن باطل کے مرید ہیں ان کے سفر کے وقت ان کے ایک شاگرد نے یہ اشعار کہے تھے۔

لَیۡتَ بِشَعۡرِیۡ اَیُّ قَوۡمٍ اُجۡدِیَتۡ
فَسُقُوۡهَا بِکَ مَاوَجۡهُهُ الۡفَرَجِ
فَسَاقَکَ اللّٰهُ اِلَیۡهَا رَحۡمَةً
فَبِجَاهِکَ مَاعَلَیۡهِمۡ مِنۡ حَرَجِ

جن کا ترجمہ یہ ہے مجھے نہیں معلوم کس زمین میں قحط پڑا ہے جس کو تجھ سے سیراب کیا گیا اے سرتا پا کشادگی۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو وہاں اپنی رحمت سے بھیجا تیری حرمت سے ان پر کوئی نقصان نہ ہوگا۔ یعنی حق تعالیٰ نے تمہیں ایسی جگہ بھیجا جہاں لوگوں کو آپ سے سیراب کرنا مقصود تھا اور مجھے اب تک نہیں معلوم وہ مکان کہاں ہے جب وہ کوچ کر کے عدن پہنچے تو وہاں چند روز قیام کیا وہیں ان کی وفات ہوئی ان کی قبر وہاں مشہور ہے لوگ زیارت کرتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

سالک چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے

وَاللّٰهُ یَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ (البقرہ ۱۰۵)

اور اللہ خاص فرما لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

روایت ہے کہ شیخ کبیر جن کا نام جوہر ہے اور ان کی قبر عدن میں ہے غلام تھے۔ آزاد ہونے کے بعد بازاروں میں خرید و فروخت کیا کرتے تھے اور فقراء کی مجلسوں میں آتے جاتے اور ان سے اعتقاد رکھتے تھے اور وہ ان پڑھ تھے۔ جب شیخ کبیر سعد حداد کی جو عدن میں مدفون ہیں وفات کا وقت قریب آیا تو ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے بعد شیخ کون ہوں گے؟ فرمایا جس کے سر پر سبز پرندہ تیسرے دن گرے میری موت کے بعد جب سب فقراء جمع ہوں وہی شیخ ہوگا۔ جب تیسرا دن ہوا اور لوگ قرأت و ذکر وغیرہ سے فارغ ہو کر شیخ کے ارشاد کے

انتظار میں بیٹھے تھے کہ ایک سبز پرندہ ان کے قریب آ گرا بڑے فقراء اس خواہش میں تھے کہ ہم پر گرے یہ لوگ اسی انتظار اور تمنا میں تھے کہ تقدیر سے کیا ظاہر ہو۔ ناگاہ وہ پرندہ آ کر جوہر کے سر پر گرا حالانکہ نہ انہیں خیال تھا اور نہ فقراء کو گمان تھا فقراء ان کی طرف دوڑے تاکہ انہیں سجادہ نشین کریں اور شیخ بنائیں اور وہ روتے تھے اور کہتے تھے میں شیخ بننے کے قابل نہیں ہوں میں ایک بازاری آدمی ہوں اور ان پڑھ ہوں طریقہ فقراء کا جانتا نہیں ہوں نہ ان کے آداب سے واقف ہوں اور لوگوں سے میرا لین دین اور معاملہ ہے۔ انہوں نے کہا یہ حکم آسمانی ہے جو نازل ہوا ہے حق تعالیٰ تیری تعلیم میں معاونت اور سرپرستی کریں گے۔ وہی بزرگوں کے سرپرست ہیں۔ فرمایا تھوڑی دیر کیلئے مجھے چھوڑ دو تو جا کر لوگوں کے حقوق سے بری ہو آؤں۔ انہوں نے چھوڑ دیا۔ اسی وقت اپنے مکان پر جا کر قرض داروں کا حق ادا کیا پھر گوشہ نشین ہو گئے اور ان کے پاس فقراء خدمت گزیں رہے حتیٰ کہ اپنے نام کے مثل حق جوہری ہو گئے۔ ان کے بہت سے فضائل اور کرامات ہین جن کا ذکر طویل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل جس کو چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اور وہ بڑے فضل والا ہے۔

بعض عارفین فرماتے ہیں کہ جس کی سرپرستی حق تعالیٰ کی مہربانی اور نظر التفات فرمائے وہ اس سے بڑھ کر ہے جس کو سالک باادب بنائے اور یہ قول بہت ہی اچھا ہے اور بعض بزرگ کہتے ہیں کہ سالک اپنے سلوک میں چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے۔ ایک علم کا جو کہ اس کا حاکم بنے۔ ایک ذکر کا جو انس پیدا کرتا ہے۔ ایک پرہیز گاری کا جو اسے بچائے رکھتی ہے۔ ایک یقین کا جو اسے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے بزرگ کے قول کے موافق جسے رعایت حق حاصل ہو جائے وہ ان چار چیزوں سے مستغنی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اسی ایک رعایت حق سے صاحب علم و صاحب انس ہو کر بلند مقام کی طرف اٹھالیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

قطعات موضوعِ زندگی

شعورِ زندگی

یوں تو حاصل ہے سبھی کو اک شعورِ زندگی
کاش پھیلاتے جہاں والوں میں نورِ زندگی
دین کا، تہذیب کا، اخلاق کا، آداب کا
کچھ تو ہونا چاہیئے ہم میں شعورِ زندگی

فریبِ زندگی

ہے عیش و راحتوں سے جو معمور زندگی
دھوکہ، فریب، جھوٹ سے بھر پور زندگی
دوزخ کی سمت کھینچ کے لے جائیں گے احمد
فردوس سے کردے گی ہمیں دور زندگی

کمالِ زندگی

کام آجانا کسی کے، ہے کمالِ زندگی
حق کی خاطر جان دینا ہے جمالِ زندگی
یوں تو جینے کو سبھی جیتے ہیں دنیا میں مگر
حل نہیں ہوتا کسی سے بھی سوالِ زندگی

مہمانِ زندگی

کب تک رہے گی ہم پہ مہربان زندگی
تھوڑے دنوں کی اور ہے مہمان زندگی
کچھ کرلو کار خیر جو کام آئیں قبر میں
چھوڑے گی کرکے بے سرو سامان زندگی

کتابِ زندگی

ظلمتوں میں ضوفشاں ہے ماہتاب زندگی
پُر ہو اوصاف حمیدہ سے کتابِ زندگی
ایک اک لمحے کی لوگوقدر کرنا سیکھ لو
یاد رکھو دینا ہے اک دن حسابِ زندگی

تنویرِ زندگی

اہل جہاں کے واسطے تنویر زندگی
یوسفؑ کے سچے خواب کی تعبیر زندگی
اقوال کو، اعمال کو، دیکھو حضورؐ کے
آیاتِ قرآنی کی ہے تفسیر زندگی

حقیقتِ زندگی

اہل دانش کے لئے ہے اک سعادت زندگی
مومنوں کی تو سراسر ہے عبادت زندگی
زندگی میں جو ہیں سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے
ایسے نادانوں کو تو کرنی ہے غارت زندگی

تو اسے پیمانۂ امروز وفرد اسے نہ ناپ
جاوداں، پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی

(علامہ اقبالؔ)

☆☆☆

شہرخموشاں

لوگو، یہ بستی کتنی ہے ویران دیکھنا
عبرت کی جا ہے شہر خموشاں دیکھنا
سنّاٹا ہے چھایا ہوا، چاروں طرف یہاں
محصور ہیں، یارانِ رفتہ گان دیکھنا
ان گنت آ کے بس گئے انسان یہاں پر
ماحول پھر بھی کتنا ہے سنسان دیکھنا
تاحشر یہاں رہنا پڑے گا ہر ایک کو
دنیا میں چند دن کے ہیں مہمان دیکھنا
محلوں کے مکیں عیش وطرب میں جو غرق تھے
ان کا خزاں رسیدہ گلستاں دیکھنا
مصروف دنیا داری میں، جو تھے تمام عمر
ہمراہ ان کے دفن ہیں، ارماں دیکھنا
جاہ وحشم ہے ساتھ، نہ دولت نہ حکومت
بے بس ہیں کتنے وقت کے سلطان دیکھنا
کاندھے بدل بدل کے یہاں لائے اقرباء
میت کے سر پہ سب کا ہے احسان دیکھنا
رخصت ہوئے سبھی، منوں مٹی میں ڈال کر
رب کے سوا ہے کون، مہربان دیکھنا
والعصر کی تفسیر پڑھو اور عمل کرو
لاریب خسارے میں ہے انسان دیکھنا
احمدؔ تجھے بھی آنا ہے، ایک دن یہاں ضرور
جو تیرا ساتھ دے گا، وہ سامان دیکھنا

☆☆☆

بحمد اللہ تعالیٰ

''اعمالِ سالکین خصائل عارفین'' مکمل ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ

مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ .

طالب دعا

خادم آستانہ حاذق الامتؒ

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاول، خانقاہ رحیمی بنگلور کرناٹک

۲۵ر رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ بروز جمعہ

تفسیری خطباتِ حبان

"تفسیری خطباتِ حبان" قرآنِ مجید کی منتخب آیات کا ترجمہ اور قصائصِ قرآن وخلاصۂ تفسیر کا عام فہم مجموعہ ہے، جس میں عربی خطبہ کے بعد حضرت سیماب اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے منظوم ترجمۂ قرآن سے آیات کے اردو اشعار بھی لگائے گئے ہیں، اسی طرح علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب اشعار اور چند قرآنی قصائص بھی جابجا لائے گئے ہیں۔ تاکہ سامع کے لئے نشاۃ اور دلچسپی کا باعث ہو۔

592 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ائمہ، واعظین، خطباء، مبلغین اور تازہ واردان بساطِ تفسیر کے لئے مختصر وقت میں منزلِ مطلوب تک پہونچ جانے کے لئے بیش قیمت زادِ راہ ہے۔ قیمت:..................

زیاراتِ حرمین شریفین

"زیاراتِ حرمین شریفین" ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں نہ صرف حج وعمرہ کا طریقہ بلکہ تمام اوراد ووظائف، مسنون اور مستحبات ادعیہ، مقاماتِ مقدسہ کی نشاندہی، تاریخی پس منظر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملاً طریقۂ کار، دلائل ومسائل، قصائص قرآنی واحادیثِ نبوی، درود وسلام، مناجات وادعیہ اور آدابِ حرمین مفصل بیان کئے گئے ہیں، اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں جدید سائنسی تحقیقات وغیرہم شامل کی گئی ہیں غرض 400 صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ زائرین حرمین شریفین کے لئے ایک ایسا دفتر ہے جس میں وہ اپنی تمام تشنگی کو بجھا سکتے ہیں۔

قیمت:..................

خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت

خواب ایک حسین ودلکش منظر ہے جسے دیکھ کرانسان اس کی تعبیر کے لئے بے چین ہوجاتا ہے۔ زبانِ اردو میں ابھی تک کوئی مستند کتاب وجود میں نہ آئی تھی ہاں مختلف کتب خصوصاً ابن سیرین کے تراجم ضرور شائع ہوئے۔ طبقہ اردو کی اس تشنگی کا مداوا ''خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت'' مصنف حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی کے ذریعہ ہوا ہے، دوجلدوں پر مشتمل یہ ایسی جامع اور مستند ومجرب کتاب ہے جس میں خواب سے متعلق بے شمار موضوعات پر بڑی گرانقدر معلومات درج ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں انبیاء، صحابہ، بزرگانِ دین اور صلحائے امت کے خوابوں وتعبیرات کے اجمالی تذکروں، جابجا خوابوں سے متعلق شعراء کے اشعار سے کتاب مزین ہے۔ لغت کی طرح حروفِ تہجی سے مختصر تعبیروں کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے جس سے فائدہ یہ ہے کہ ایک معروف آدمی منٹوں میں اپنے خواب کے اجزاء کو یکے بعد دیگرے دیکھ کران کی تفصیلات کی روشنی میں ایک جامع تعبیر اخذ کرسکتا ہے۔ اس کتاب میں دورہ جدید کی تمام نئ ایجاد شدہ اشیاء کی تعبیرات کو مختصراً جمع کردیا گیا ہے، جس سے پرانی کتب کے بالمقابل دورِ جدید کے تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ ''خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت'' (اول ودوم) حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ کی ایک شاندار، قابل قدر تصنیف اور ایک علمی کارنامہ ہے بلکہ اردو زبان میں ایک نایاب تحفہ ہے، جس کی مثال دورِ حاضر میں نایاب ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ قارئین خوابوں سے متعلق بے شمار فوائد حاصل کرسکیں گے۔

قیمت:..........

خطباتِ رمضان المبارک

خوشخبری ہے خطباء وواعظین اور قدر دان رمضان المبارک وجویان برکات وفضائل ماہ صیام کیلئے کہ رمضان المبارک کی فضیلت وفرضیت اور اہمیت، روزہ، تراویح، تہجد، سحر اور تلاوت قرآن کے فضائل، زکوٰۃ کی فرضیت واہمیت اور اعتکاف کے اہتمام اور دیگر مضامین جو ماہِ مقدسہ کے اعمال کی ترغیب وترقی، قرآن وسنت کے سرچشمے سے مستند واقعات وقصص، امثال ودلائل سے مزّین ہے ''خطباتِ رمضان المبارک'' کے نام سے چار جلدوں پر مشتمل مکتبہ طیبہ نے شائع کی ہے۔ وہ خطباء جو اپنے خطاب اور بیان میں دقیق اور مشکل الفاظ سے احتراز کرتے ہیں اور اپنے بیان کو عام فہم رکھنا چاہتے ہیں یا ماہِ رمضان سے متعلق تمام فضائل ومسائل، دلائل وواقعات اور عبادات، اوامر ونواہی کو ایک ہی کتاب میں یکجا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں ''خطباتِ رمضان المبارک'' جو عام فہم اردو زبان میں ترتیب دی گئی ہے ان کیلئے انشاءاللہ تعالیٰ انتہائی مفید ثابت ہوگی۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ تمام خطبات میں قریباً ہر صفحہ پر ذیلی سرخیاں لگائی ہیں تاکہ مضامین اور موضوعات کے انتخاب میں دشواری نہ ہو۔ یہ خطبات حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی خلیفہ ومجاز پیر کامل الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ (نبیرہ حضرت گنگوہیؒ) وخلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت حکیم ذکی الدین احمد صاحبؒ پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ) کی وہ تقاریر ہیں جو مرکزی جامع مسجد دارالعلوم محمدیہ بنگلور ودیگر مساجد میں رمضان المبارک کے مختلف موقعوں پر کی گئی ہیں۔☆

قیمت:..............

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم

محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ

کی مزید تالیفات

1 خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت (اول دوم)
2 انوارِ طریقت
3 امت کے روشن چراغ (اول دوم سوم)
4 عورت پر اسلام کی مہربانیاں
5 اسلام میں عورت کی عظمت
6 مفتاح الصلوٰۃ
7 زیاراتِ حرمین شریفین
8 طالبات تقریر کیسے کریں (اول تا دہم)
9 خواتین کے لئے منتخب تقاریر
10 تصوف اور سلوک کی حقیقت
11 عملی زندگی
12 مجالس حبیب الامت
13 خطباتِ رحیمی (اول تا دہم)
14 سفرنامہ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ
15 بیاضِ حبان
16 بحرطب سے چند موتی
17 انوارالسالکین
18 اسرارِ طریقت
19 قرآن وسنت کی روشنی میں تصوف کی حقیقت
20 گناہوں کے انبار (اول دوم)
21 فیضانِ گنگوہیؒ
22 افاداتِ حکیم الامتؒ
23 رمضان المبارک کے فضائل ومسائل (اول دوم)
24 خواتین کے لئے اصلاحی تقاریر
25 مستورات کے لئے انقلابی تقاریر
26 اہل معرفت کی راہیں
27 ملفوظاتِ حبیب الامت
28 خطباتِ رمضان المبارک (اول تا چہارم)
29 خطباتِ حبان برائے دختران اسلام (اول تا دہم)
30 تفسیری خطباتِ حبان (جلد اول)
31 صحت مند زندگی کے راز
32 ایمان اور اعمالِ حسنہ

☆☆☆